وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تيسير الكريم الرحمن
في تفسير كلام المنان

المعروف

تفسير السعدی

(اردو)

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❁❁❁ تنبیہ ❁❁❁

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دارُالسّلام
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور
لندن * ہیوسٹن * نیو یارک

DARUSSALAM

ہیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب
فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659
ای میل: darussalam @ naseej. com. sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس : 8691551
شارجہ فون : 5632623 فیکس : 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم ۔ اے ۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)
فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com
② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس : 5217645 (0044 208)
ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیو یارک فون: 6255925 (001 718)
Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پارۃ نمبر بارہ 12

مُفسّرِ قرآن: فضیلۃ الشیخ **عبدالرّحمان بن ناصر السّعدی** رحمہ اللہ

تحقیق: **عبدالرّحمان بن مُعلا اللّویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن: **حافظ صلاح الدین یُوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر: **پروفیسر طیب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دارُالسّلام
DARUSSALAM
کتاب و سُنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوْلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا

اور رسول (ﷺ روزِ قیامت) فرمائیں گے :

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اِس قرآن کو پسِ پُشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ

بِهٰذَا الْكِتٰبِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

اللہ تعالیٰ اِس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں
عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر بارہ 12

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۱۱	سورۃ ھود (جاری)	1181	۱۱ - ۱۲
۱۲	سورۃ یوسف	1236	۱۲ - ۱۳

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا

اور نہیں کوئی چلنے والا (جاندار) زمین میں مگر اوپر اللہ ہی کے ہے رزق اس کا' اور وہ جانتا ہے قرارگاہ اس کی

وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶

اور جائے امانت اس کی' ہر چیز کتاب واضح میں (تحریر) ہے ○

روئے زمین پر چلنے والا ہر جاندار' خواہ انسان ہو یا حیوان' خشکی کا جانور ہو یا پانی کا جانور' ان کی خوراک اور رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ ﴿ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ﴾ ''اور وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی۔'' یعنی وہ تمام جانداروں کے ٹھکانوں کو جانتا ہے (مُسْتَقَر) سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جانور رہتے ہیں' جسے ٹھکانا بناتے ہیں اور جہاں پناہ لیتے ہیں اور (مُسْتَوْدَع) سے مراد وہ جگہ ہے جہاں' اپنی آمدورفت اور مختلف احوال میں منتقل ہوتے ہیں۔ ﴿ كُلٌّ ﴾ ''یہ سب کچھ'' ان کے احوال کی تمام تفاصیل ﴿ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''واضح کتاب میں ہے۔'' یعنی ہر چیز لوح محفوظ میں مرقوم ہے' جو ان تمام حوادث و واقعات پر مشتمل ہے جو اس کائنات میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ تمام حوادث کا اللہ تعالیٰ کے علم نے احاطہ کر رکھا ہے۔ اس نے ہر چیز کی تقدیر لکھ دی ہے ہر چیز پر اس کی مشیت نافذ ہے اور ہر ایک کے لیے اس کا رزق وسیع ہے۔ دل' اس ہستی کی کفایت پر مطمئن ہو جانے چاہئیں' جو ان کے رزق کی کفالت کرتی ہے اور جس کے علم نے مخلوق کی ذات و صفات کا احاطہ کر رکھا ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَی

اور (اللہ) وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں' اور تھا عرش اس کا اوپر

الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ

پانی کے' تاکہ وہ آزمائے تمہیں کہ کون سا تمہارا اچھا ہے عمل (کرنے) میں؟ اور البتہ اگر کہیں آپ کہ بیشک تم اٹھائے جاؤ گے بعد

الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

مرنے کے تو البتہ ضرور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' نہیں ہے یہ مگر جادو ظاہر ○ اور البتہ اگر موخر کر دیں ہم

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤی اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

ان (پر) سے عذاب ایک مدت گنی ہوئی تک تو البتہ ضرور کہیں گے وہ (کافر) کہ کون سی چیز روک رہی ہے اسکو؟ آگاہ رہو! جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۸ ع

آئے گا (عذاب) انکے پاس تو نہیں پھیرا جائے گا وہ ان سے' اور گھیر لے گا انہیں وہ (عذاب) کہ تھے وہ ساتھ اسکے استہزاء کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اسی نے ﴿ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ﴾ ''پیدا کیا

آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں'' پہلا دن اتوار اور چھٹا دن جمعہ تھا اور جس وقت اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ﴿وَكَانَ عَرْشُهُۥ عَلَى ٱلْمَآءِ﴾ ''اس کا عرش پانی پر تھا'' ساتویں آسمان کے اوپر۔ پس آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرنے کے بعد اپنے عرش پر مستوی ہوا' وہ تمام امور کی تدبیر کرتا ہے اور احکام قدریہ اور احکام شرعیہ میں جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تاکہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔'' تاکہ وہ اپنے اوامر و نواہی کے ذریعے سے تمہارا امتحان لے اور دیکھے کہ تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: ''سب سے اچھا عمل وہ ہے جو سب سے خالص اور سب سے زیادہ صحیح ہو''۔ ان سے پوچھا گیا ''سب سے خالص اور سب سے زیادہ صحیح سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''اگر عمل خالص ہو مگر صحیح نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا اور اگر عمل صحیح ہو مگر خالص نہ ہو تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول نہیں۔ صرف وہی عمل قابل قبول ہوتا ہے جو خالص بھی ہو اور صحیح بھی ہو۔'' خالص عمل وہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اور صحیح عمل وہ ہے جس میں شریعت اور سنت کی پیروی کی گئی ہو اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ٥٦/٥١) ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔'' اور اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ٱللَّهُ ٱلَّذِى خَلَقَ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ وَمِنَ ٱلْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ ٱلْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ ٱللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًۢا﴾ (الطلاق: ١٢/٦٥) ''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی مانند سات زمینیں اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا حکم اترتا رہتا ہے' تاکہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام مخلوق کو اپنی عبادت اور اپنے اسماء وصفات کی معرفت کے لیے پیدا کیا ہے اور اسی چیز کا اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور اس ذمہ داری کو ادا کر دیا جس کا اسے حکم دیا گیا تھا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کیا' تو یہی گھاٹے میں پڑنے والے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کو ایک جگہ جمع کرے گا اور پھر ان کو اپنے اوامر و نواہی کی بنیاد پر جزا دے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جزا کے بارے میں مشرکین کی تکذیب کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَئِن قُلْتَ إِنَّكُم مَّبْعُوثُونَ مِنۢ بَعْدِ ٱلْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ ''اور اگر آپ کہیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے تو کافر کہہ دیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔'' یعنی اگر آپ ان سے کہیں اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں ان کو آگاہ کریں تو یہ آپ کی تصدیق نہیں کریں گے' بلکہ

وہ نہایت شدت سے آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کی دعوت میں عیب چینی کریں گے اور کہیں گے ﴿إِنْ هَٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ ”یہ تو کھلے جادو کے علاوہ کچھ نہیں“ مگر آگاہ رہو کہ یہ واضح حق ہے۔

﴿وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ﴾ ”اگر ہم روکے رکھیں ان سے عذاب ایک معلوم مدت تک“ یعنی ایک وقت مقررہ تک' جس کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دن بہت دیر سے آئے گا' تب وہ ظلم و جہالت کی بنا پر کہتے ہیں: ﴿مَا يَحْبِسُهُ﴾ ”کون سی چیز اس (عذاب) کو روکے ہوئے ہے؟“ اس آیت کا مضمون ان کا رسول کو جھٹلانا ہے۔ وہ ان پر عذاب کے فوری طور پر نہ آنے کو رسول (ﷺ) کے جھوٹا ہونے پر دلیل بناتے ہیں جنہوں نے ان کو عذاب واقع ہونے کی وعید سنائی ہے۔ پس یہ کتنا بعید استدلال ہے! ﴿أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ﴾ ”دیکھو جس روز عذاب ان پر نازل ہوگا تو پھر ٹلے گا نہیں“ کہ وہ اپنے معاملے میں غور کر سکیں ﴿وَحَاقَ بِهِمْ﴾ ”اور ان کو گھیر لے گا“ یعنی نازل ہوگا ان پر ﴿مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ”وہ (عذاب) جس کے ساتھ یہ استہزا کیا کرتے تھے۔“ کیونکہ وہ اسے نہایت حقیر سمجھتے تھے حتیٰ کہ جو ان کو عذاب کی وعید سناتا تھا وہ قطعی طور پر اسے جھوٹا سمجھتے تھے۔

وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ⑨

اور البتہ اگر چکھائیں ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت' پھر چھین لیں ہم وہ (رحمت) اس سے تو بیشک (ہو جاتا ہے) وہ انتہائی ناامید' بہت ناشکرا ○

وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۚ إِنَّهُ

اور البتہ اگر چکھائیں ہم اسے راحت بعد اس تکلیف کے جو پہنچی اسے تو ضرور کہے گا چلی گئیں برائیاں (دکھ درد) مجھ سے' بلاشبہ وہ

لَفَرِحٌ فَخُورٌ ⑩ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُم

بہت اترانے والا' بڑا شیخی بگھارنے والا ہے ○ مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور عمل کیے نیک' یہی لوگ ہیں واسطے ان کے

مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ⑪

مغفرت ہے اور اجر بہت بڑا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کی فطرت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ جاہل اور ظالم ہے بایں طور کہ جب اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے' مثلاً اسے صحت' رزق اور اولاد وغیرہ سے نوازتا ہے' پھر وہ اس سے چھین لیتا ہے' تو مایوسی اور ناامیدی کے سامنے جھک جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ثواب کی اسے ذرہ بھر امید نہیں رہتی اور اس کے دل میں یہ خیال تک نہیں گزرتا کہ اللہ تعالیٰ یہ تمام چیزیں دوبارہ عطا کر سکتا ہے یا ان جیسی اور چیزوں سے یا ان سے بہتر چیزوں سے اسے نواز سکتا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہے' اپنی رحمت کا مزا چکھاتا ہے' تو خوش ہوتا ہے اور

اتراتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ یہ بھلائی اس کے پاس ہمیشہ رہے گی اور کہتا ہے: ﴿ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ﴾ ''دور ہو گئیں برائیاں مجھ سے' بے شک وہ تو اترانے والا' شیخی خورہ ہے'' یعنی اسے جو کچھ اس کی خواہشات نفس کے موافق عطا کیا گیا اس پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کے بندوں کے سامنے فخر اور تکبر کا اظہار کرتا ہے اور یہ چیز اسے غرور' خود پسندی' مخلوق الٰہی کے ساتھ تکبر کرنے' ان کے ساتھ حقارت سے پیش آنے اور انہیں کم تر سمجھنے پر آمادہ کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کون سا عیب ہو سکتا ہے؟

یہ ہے انسان کی فطرت' سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ توفیق سے نواز دے اور اسے ان مذموم اخلاق سے نکال کر اخلاق حسنہ کی طرف لے جائے اور یہ وہ لوگ ہیں جو مصائب اور تکالیف کے وقت اپنے نفس کو صبر پر مجبور کرتے ہیں اور مایوس نہیں ہوتے اور خوشی کے وقت بھی صبر کرتے ہیں۔ پس خوشی میں اتراتے نہیں ہیں اور نیکیوں میں واجبات و مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔ ﴿اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ﴾ ان کے لئے ان کے گناہوں کی مغفرت ہے' جس سے ہر خوف زائل ہو جاتا ہے۔ ﴿وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''اور بڑا اجر ہے'' اور یہ نعمتوں سے بھرپور جنت کے حصول میں کامیابی ہے' جس میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی نفس چاہت کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا
پس شاید آپ چھوڑنے والے ہوں بعض وہ چیز جو وحی کی جاتی ہے آپکی طرف اور تنگ ہونے والا ہو بوجہ اسکے سینہ آپکا اس اندیشے سے کہ کہیں وہ (کافر)
لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ
کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ پر کوئی خزانہ یا (کیوں نہیں) آیا آپکے ساتھ کوئی فرشتہ بلاشبہ آپ تو صرف ڈرانے والے ہی ہیں اور اللہ اوپر ہر
شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۭ ⑫ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ
چیز کے نگران ہے ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ خود گھڑا ہے اس نے اس (قرآن) کو؟ کہہ دیجئے' پس لے آؤ تم دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی
وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑬ فَاِلَّمْ
اور بلا لو (تعاون کے لیے) جنہیں (بلانے کی) طاقت رکھتے ہو تم سوائے اللہ کے' اگر ہو تم سچے ○ پھر اگر نہ
يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ
جواب دیں وہ تمہیں تو جان لو کہ یقیناً وہ (قرآن) نازل کیا گیا ہے ساتھ اللہ کے علم کے' اور یہ کہ
لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ⑭
نہیں کوئی معبود (برحق) سوائے اس کے' تو کیا (اب) تم مسلمان ہوتے ہو؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ کفار کی تکذیب پر اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا﴾ ''شاید آپ کچھ چیز وحی میں سے جو آپ کے

پاس آتی ہے چھوڑ دیں اور اس (خیال) سے آپ کا دل تنگ ہو کہ یہ (کافر) کہنے لگیں“ یعنی آپ جیسی ہستی کے لائق نہیں کہ ان کا قول آپ پر اثر انداز ہو اور آپ کو اپنے راستے سے روک دے اور آپ وحی کے کچھ حصے کو ترک کر دیں اور ان کی عیب چینی اور ان کے اس قول پر تنگ دل ہوں کہ ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ﴾ ”کیوں نہ اترا اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اسکے ساتھ فرشتہ“ کیونکہ یہ قول عیب چینی، ظلم، عناد اور دلائل سے جہالت کی بنا پر جنم لیتا ہے۔ پس آپ اپنے راستے پر گامزن رہیے اور ان کے یہ رکیک الفاظ آپ کی راہ کھوٹی نہ کرنے پائیں جو صرف ایک انتہائی بیوقوف آدمی ہی سے صادر ہو سکتے ہیں اور اسکی وجہ سے آپ تنگ دل نہ ہوں۔

کیا انہوں نے آپ کے سامنے کوئی ایسی دلیل پیش کی ہے، جس کا آپ جواب نہیں دے پائے؟ یا انہوں نے اس چیز کی برائی اس انداز سے بیان کی ہے جسے لے کر آپ آئے ہیں کہ وہ اس میں موثر ثابت ہوئی ہے اور جس سے اس کی قدر و منزلت کم ہوئی ہے۔ پس آپ اس سے تنگ دل ہوئے ہیں؟ یا ان کا حساب آپ کے ذمہ ہے اور آپ سے ان کی جبری ہدایت کا مطالبہ کیا گیا ہے؟ ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ ”آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا ذمے دار ہے۔“ پس وہ ان جھٹلانے والوں پر نگران ہے، وہ ان کے اعمال کو محفوظ کرتا ہے اور پھر وہ ان کو ان اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ”کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس (قرآن) کو از خود بنا لیا ہے“ یعنی اس قرآن کو محمد ﷺ نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ﴾ ”ان سے کہہ دیجیے!“ ﴿فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ”اگر سچے ہو تو تم بھی ایسی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو“ یعنی اگر اس قرآن کو تمہارے قول کے مطابق...... محمد ﷺ نے اپنی طرف سے تصنیف کیا ہے، تب تو فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے تمہارے اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی فرق نہیں اور تم حقیقی دشمن ہو اور محمد ﷺ کی دعوت کے ابطال کے لیے انتہائی حریص ہو...... اگر تم اپنے موقف میں سچے ہو تو اس جیسی دس سورتیں گھڑ لاؤ۔ ﴿فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ﴾ ”پس اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں“ یعنی وہ اس کا کوئی جواب نہ دیں ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ﴾ ”تو جان لو کہ قرآن تو اترا ہے اللہ کے علم سے“ دلیل و مقتضی کے قیام اور معارض کی نفی کی بنا پر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

﴿وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ”اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں“ یعنی یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں، وہی الوہیت اور عبادت کا مستحق ہے۔ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ”تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟“ یعنی کیا تم اس کی الوہیت کو مانتے ہو اور اس کی عبادت کے لیے سر تسلیم خم کرتے ہو؟

ان آیات کریمہ میں اس امر کی طرف راہ نمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے کے لیے مناسب

نہیں کہ دعوت پر اعتراض کرنے والے معترضین کے اعتراضات اور رد و قدح کی بنا پر دعوت دین سے رک جائے۔ خاص طور پر جبکہ اس رد و قدح پر کوئی دلیل نہ ہو اور دعوت میں کوئی خامی بھی نہ ہو۔ نیز یہ کہ داعی کو تنگ دل نہیں ہونا چاہئے‘ بلکہ اسے اپنی دعوت پر مطمئن ہونا چاہئے‘ وہ اپنے راستے پر گامزن رہے اور اپنی منزل کو سامنے رکھے‘ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ داعی نئے نئے مطالبات پیش کرنے والوں کو اہمیت نہ دے‘ صرف دلائل ہی ان کے سامنے رکھے۔ تمام مسائل پر ایسے دلائل کا قائم کر دینا جن کا توڑ نہ کیا جا سکے یہی کافی ہے۔

اور اس آیت کریمہ میں اس امر کی بھی دلیل ہے کہ یہ قرآن بنفسہ معجزہ ہے‘ کوئی بشر ایسی کتاب نہیں لا سکتا‘ کتاب تو کیا اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت ہی نہیں بنا سکتا‘ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے بڑے بڑے بُلَغاء و فُصَحاء کو مقابلے کی دعوت دی مگر انہوں نے مقابلہ نہ کیا‘ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ایسی کتاب بنانے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اس میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ امور جن میں محض غلبہ ظن کافی نہیں‘ بلکہ علم یقینی مطلوب ہے‘ وہ ہیں علم القرآن اور علم التوحید‘ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ”تو جان لو کہ وہ اللہ کے علم سے اترا ہے اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ
جو کوئی چاہتا ہے زندگی دنیا کی اور زینت اس کی‘ تو ہم پوری دے دیتے ہیں انہیں جزا ان کے عملوں کی اسی (دنیا) میں‘ اور وہ
فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا
دنیا میں نہیں نقصان دیئے جاتے ○ یہی ہیں وہ لوگ کہ نہیں واسطے ان کے آخرت میں مگر
النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑯
آگ ہی‘ اور برباد ہوا وہ جو کچھ انہوں نے کیا تھا دنیا میں اور باطل (ضائع) ہو گیا جو تھے وہ عمل کرتے ○

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا﴾ ”جو چاہتا ہے دنیا کی زندگی اور اس کی رونق“ یعنی جس شخص کا بھی ارادہ‘ دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت ہی کے گرد گھومتا ہے‘ مثلاً عورتوں اور بیٹوں کے حصول کی خواہش‘ سونے اور چاندی کے خزانوں کی حرص‘ نشان زدہ گھوڑوں‘ مویشیوں اور کھیتیوں کی چاہت‘ اس نے اپنی رغبت‘ عمل اور کوشش کو صرف انہی چیزوں پر مرکوز کر رکھا ہے اور وہ آخرت کے گھر کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ ایسا شخص کافر کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا‘ کیونکہ اگر وہ مومن ہوتا تو اس کا ایمان اسے اس بات سے روک دیتا کہ اس کا تمام ارادہ صرف دنیا ہی پر مرکوز رہے‘ بلکہ اس کا ایمان اور اس کے نیک اعمال‘ اس کے ارادۂ آخرت ہی کے آثار ہیں۔ مگر یہ کافر بدبخت تو گویا صرف دنیا ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ﴿نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا﴾ ”بھگتا دیں گے ہم ان کو ان کے عمل دنیا ہی میں“ یعنی ہم ان کو وہ دنیاوی ثواب عطا کر دیتے ہیں جو ان کے لیے لوح محفوظ میں لکھا ہوتا ہے۔

﴿وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ﴾ ''اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔'' یعنی جو کچھ ان کے لیے مقرر کیا گیا ہوتا ہے اس میں ذرہ بھر کمی نہیں کی جاتی۔ مگر یہ ان کو عطا کی جانے والی نعمتوں کی منتہا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ﴾ ''یہی ہیں جن کے واسطے آخرت میں کچھ نہیں ہے سوائے آگ کے'' وہ اس میں ابدالآباد تک رہیں گے' ان کے عذاب میں کوئی وقفہ نہیں کیا جائے گا اور ثواب جزیل سے انہیں محروم کر دیا جائے گا۔ ﴿وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا﴾ ''اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا دنیا میں'' یعنی وہ سب اعمال باطل اور مضمحل ہو جائیں گے جو وہ حق اور اہل حق کے خلاف سازشوں کے لئے کرتے رہے ہیں اور نیکی کے اعمال بھی باطل ہو جائیں گے جن کی کوئی اساس ہی نہیں اور ان کی قبولیت کی شرط بھی مفقود ہے اور وہ ہے ایمان۔

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ

کیا پس (طالب دنیا اس جیسا ہے) جو ہو اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے' اور اسکے پیچھے ایک گواہ ہو اللہ کی طرف سے، اور اس سے پہلے ہے

كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَّرَحْمَةً ۚ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۚ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهِ

کتاب موسیٰ کی درانحالیکہ وہ پیشوا اور رحمت ہے یہی لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے، اور جو شخص کفر کرے ساتھ اس کے

مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ ۚ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ إِنَّهُ الْحَقُّ

گروہوں میں سے تو آگ ہی اس کی وعدہ گاہ ہے، پس نہ ہوں آپ شک میں اس سے، بلاشبہ قرآن حق ہے

مِنْ رَّبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ⑰

آپ کے رب کی طرف سے' لیکن اکثر لوگ نہیں ایمان لاتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ' آپ کے قائم مقام' آپ کے دین کو قائم کرنے والے آپ کے ورثاء کا حال اور اہل ایقان کے دلائل کا ذکر کرتا ہے اور یہ ایسے اوصاف ہیں جن سے ان کے سوا کوئی اور متصف نہیں ہے اور نہ ان جیسا کوئی اور ہے۔ فرمایا: ﴿أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ﴾ ''بھلا وہ شخص جو ہے واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے'' یعنی اس وحی کے ذریعے سے جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہم مسائل اور ان کے ظاہری دلائل نازل کیے ہیں پس ان سے یہ ثبوت اور دلیل مزید متیقن ہو جاتی ہے۔ ﴿وَيَتْلُوهُ﴾ ''اور اس کے پیچھے ہے'' یعنی اس دلیل اور برہان کے پیچھے ایک اور دلیل ہے۔ ﴿شَاهِدٌ مِّنْهُ﴾ ''ایک گواہ اس کی طرف سے'' اور وہ ہے فطرت مستقیم' عقل سلیم۔ فطرت سلیم اس شریعت کی حقانیت کی گواہی دیتی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نازل اور مشروع فرمایا اور بندہ اپنی عقل کے ذریعے سے اس کے حسن کو معلوم کر لیتا ہے پس اس کے ایمان میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ ﴿وَ﴾ ''اور'' وہاں ایک تیسرا شاہد بھی ہے ﴿مِنْ قَبْلِهِ﴾ ''اس سے پہلے'' اور وہ ہے ﴿كِتَابُ مُوسَىٰ﴾ ''موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب'' یعنی تورات ﴿إِمَامًا﴾ ''پیشوا'' جس کو اللہ

تعالیٰ نے لوگوں کے لیے امام ﴿وَرَحْمَةً﴾ ’’اور رحمت بنایا ہے۔‘‘ یہ تورات قرآن کی صداقت پر گواہی دیتی ہے اور اس حق کی موافقت کرتی ہے جو اس کے اندر نازل کیا گیا...... یعنی جس کا یہ وصف ہو کہ تمام شواہد ایمان اس کی تائید کرتے ہوں اور اس کے پاس تمام دلائل یقین قائم ہوں، کیا وہ اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکیوں اور جہالتوں میں ڈوبا ہوا ہے اور ان میں سے نکل نہیں سکتا؟ یہ دونوں اللہ کے ہاں برابر ہیں نہ اللہ کے بندوں کے ہاں۔

﴿أُولَٰئِكَ﴾ ’’یہی‘‘ یعنی وہ لوگ جن کو دلائل قائم کرنے کی توفیق عطا کی گئی ہے۔ ﴿يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ ’’اس پر ایمان لاتے ہیں۔‘‘ یعنی قرآن پر حقیقی ایمان رکھتے ہیں ان کے ایمان کے نتیجے میں انہیں دنیا و آخرت کی ہر بھلائی عطا ہوتی ہے۔ ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ﴾ ’’اور جو منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے‘‘ یعنی روئے زمین کے تمام گروہ، جو حق کو ٹھکرانے پر متفق ہیں۔ ﴿فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ ’’پس دوزخ اس کا ٹھکانا ہے‘‘ وہ ضرور جہنم میں داخل ہوں گے۔ ﴿فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِنْهُ﴾ ’’تو آپ اس (قرآن) سے شک میں نہ ہونا۔‘‘ یعنی آپ اس کی طرف سے ادنیٰ سے شک میں بھی مبتلا نہ ہوں۔ ﴿إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ’’بے شک وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔‘‘ یعنی یا تو جہالت کی بنا پر ایمان نہیں لاتے یا ظلم، عناد اور بغاوت کی بنا پر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ جس کا مقصد اچھا اور فہم درست ہے وہ اس پر ضرور ایمان لائے گا، کیونکہ اسے اس میں وہ صداقت نظر آتی ہے جو اسے ہر لحاظ سے ایمان لانے کی دعوت دیتی ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ
اور کون شخص زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے باندھا اوپر اللہ کے جھوٹ؟ یہی لوگ پیش کیے جائیں گے اوپر اپنے رب کے اور کہیں گے
الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ⑱
گواہ (فرشتے) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اوپر اپنے رب کے، آگاہ رہو! لعنت ہے اللہ کی اوپر ظالموں کے ○
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ
وہ لوگ جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی، اور وہی ہیں ساتھ آخرت کے
كَافِرُونَ ⑲ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ
کفر کرنے والے ○ یہ لوگ نہ تھے عاجز کرنے والے (اللہ کو) زمین میں اور نہ تھا واسطے ان کے سوائے
اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ۘ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا
وقف لازم
اللہ کے کوئی حمایتی، دگنا کیا جائے گا واسطے ان کے عذاب، نہ تھے وہ استطاعت رکھتے (حق) سننے کی اور نہ
كَانُوا يُبْصِرُونَ ⑳ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
تھے وہ (حق کو) دیکھتے ○ یہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو اور گم ہو گیا ان سے وہ جو تھے

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

وہ افتراء باندھتے ○ یقیناً بلاشبہ وہی لوگ آخرت میں خسارہ پانے والے ہیں ○

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے“ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے اور اس میں ہر وہ شخص داخل ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے یا اس کی طرف کوئی شریک منسوب کرتا ہے یا اسے کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کے جلال کے لائق نہیں یا اس کی طرف سے کوئی ایسی بات کہتا ہے جو اس نے نہیں کہی یا وہ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ پس یہ لوگ سب سے بڑے ظالم ہیں ﴿اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ﴾ ”یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے“ تاکہ وہ انہیں ان کے ظلم کا بدلہ دے۔ جب وہ ان کے خلاف سخت عذاب کا فیصلہ سنائے گا ﴿وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ﴾ ”کہیں گے گواہی دینے والے“ یعنی وہ لوگ جو ان کے خلاف ان کے کذب وافترا پر گواہی دیں گے ﴿هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴾ ”یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر، خبردار! اللہ کی لعنت ہے جھوٹوں پر۔“ یعنی وہ لعنت جس کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہوگا، کیونکہ ظلم ان کا وصف لازم بن چکا ہے، جو تخفیف کے قابل نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ”جو کہ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے“ پس انہوں نے اپنے آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکے رکھا اور یہ انبیاء و مرسلین کا راستہ ہے جس کی طرف انبیاء لوگوں کو دعوت دیتے رہے اور وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس راستے سے روکتے رہے۔ پس وہ ائمہ ضلالت بن گئے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔ ﴿وَيَبْغُوْنَهَا﴾ ”اور اس میں چاہتے ہیں“ یعنی اللہ کے راستے کے بارے میں چاہتے ہیں ﴿عِوَجًا﴾ ”کجی“ یعنی اس راستے کو ٹیڑھا کرنے، اسے حقیر اور عیب دار قرار دینے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کا راستہ لوگوں کے نزدیک غیر مستقیم قرار پائے۔ پس وہ باطل کی تحسین اور حق کی برائیاں بیان کرتے ہیں...... اللہ ان کا برا کرے ﴿وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ”اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔“ ﴿اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ”وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں“ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں بھاگ نہیں سکتے، کیونکہ وہ اس کی گرفت میں اور اس کے دست قدرت کے تحت ہیں ﴿وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ”اور نہیں ہیں ان کے واسطے اللہ کے سوا کوئی دوست“ جو ان کی تکلیف دور کر سکیں یا ان کے لیے کوئی فائدہ حاصل کر سکیں، بلکہ ان کے درمیان تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ ﴿يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ﴾ ”دوگنا ہے ان کے لئے عذاب“ ان کے لیے عذاب بہت سخت ہوگا اور بڑھتا چلا جائے گا، کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ کو گمراہ کیا اور دوسروں کی گمراہی کا

سبب بنے۔ ﴿مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ﴾ ''نہیں طاقت رکھتے تھے وہ سننے کی'' یعنی حق کے خلاف بغض اور نفرت رکھنے کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو سن نہیں سکتے جس سے وہ منتفع ہو سکیں ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ○ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ○ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ (المدثر: ٧٤/٤٩۔ ٥١) ''انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں گویا وہ بدکے ہوئے گدھے ہیں جو شیر سے ڈر کر بھاگے ہوں۔'' ﴿وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور نہ دیکھتے تھے'' یعنی وہ عبرت اور تفکر و تدبر کی نظر سے نہیں دیکھتے جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔ وہ تو بہروں اور گونگوں کی مانند ہیں جو سوچنے سمجھنے سے محروم ہیں۔ ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''وہی لوگ ہیں جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنی جانوں کو'' کیونکہ وہ سب سے بڑے ثواب سے محروم ہو گئے اور شدید ترین عذاب کے مستحق قرار پائے ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ ''اور گم ہو گیا ان سے وہ جو جھوٹ باندھتے تھے'' یعنی ان کا وہ دین، جس کی طرف یہ لوگوں کو دعوت دیا کرتے تھے اور جس کی یہ تحسین کیا کرتے تھے، مٹ گیا اور جب آپ کے رب کا حکم آ گیا، تو ان کے وہ جھوٹے خدا ان کے کسی کام نہ آئے جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے۔

﴿لَا جَرَمَ﴾ ''بلاشبہ'' یعنی یہ بات حق اور سچ ہے کہ ﴿اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ﴾ ''وہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے خسارے کو ان پر منحصر کر دیا ہے، بلکہ ان کے لیے شدید ترین خسارہ مقررہ کیا، کیونکہ ان کی حسرت اور محرومی نہایت شدید ہو گی۔ مشقت اور عذاب ان پر مستزاد ہو گا۔ ہم ان کے حال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک اور عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کی طرف، یہی لوگ اہل
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ
جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ○ مثال دونوں فریقوں کی مانند (مثال) اندھے اور بہرے، اور دیکھنے والے
وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ ۲ ع ۲
اور سننے والے کی ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں مثال میں؟ کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے (بدبختوں کا حال اور اللہ کے ہاں ان کی جزا بیان کرنے کے بعد خوش بخت لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے) فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''جو لوگ ایمان لائے۔'' یعنی جو لوگ اپنے دل سے ایمان لائے جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اصول دین اور اس کے قواعد پر ایمان لانے کا حکم دیا، تو انہوں نے ان امور کا اعتراف کیا اور ان کی تصدیق کی۔ ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور عمل نیک کیے۔'' جو اعمال قلوب، اعمال جوارح اور اقوال لسان پر مشتمل ہیں۔ ﴿وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ﴾ ''اور عاجزی کی انہوں نے اپنے رب کے سامنے'' یعنی وہ اللہ

تعالیٰ کی عظمت کے سامنے سرافگندہ ہو گئے' اس کی قوت واقتدار کے سامنے تذلل اور انکساری اختیار کی' اپنے دل میں اس کی محبت' اس کا خوف اور اس پر امیدیں رکھتے ہوئے اس کی طرف لوٹے اور اس کے حضور اپنی عاجزی اور بے مائیگی کا اظہار کیا ﴿أُولَٰٓئِكَ﴾ ''یہی'' یعنی وہ لوگ جن میں یہ تمام صفات جمع ہیں ﴿أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ﴾ ''جنتی ہیں' جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' کیونکہ بھلائی کا کوئی ایسا مقصد نہیں جو انہوں نے حاصل نہ کیا اور کوئی ایسی منزل نہیں جس کی طرف انہوں نے سبقت نہ کی ہو۔

﴿مَثَلُ ٱلْفَرِيقَيْنِ﴾ ''مثال دو گروہوں کی'' یعنی بدبختوں کا گروہ اور نیک بختوں کا گروہ ﴿كَٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْأَصَمِّ﴾ ''اندھے اور بہرے کی مانند ہیں'' یعنی ان بدبختوں کا گروہ ﴿وَٱلْبَصِيرِ وَٱلسَّمِيعِ﴾ ''اور دیکھنے' سننے والے کی مانند ہیں'' یعنی سعادت مند لوگوں کی مثل۔ ﴿هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا﴾ ''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہو سکتے ہیں؟'' یعنی مثال میں دونوں مساوی نہیں ہیں' بلکہ دونوں کے درمیان فرق ہے جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ﴿أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾ ''پس تم کیوں دھیان نہیں دیتے'' ان اعمال کی طرف جو تمہیں فائدہ دیں اور تم انہیں بجالاؤ اور ان اعمال کی طرف' جو تمہارے لئے نقصان دہ ہیں' پس تم ان کو چھوڑ دو۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۲۵﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوٓا۟
اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو طرف اسکی قوم کی (اس نے کہا) بیشک میں تمہارے لیے ڈرانے والا ہوں ظاہر ○ یہ کہ نہ عبادت کرو تم
إِلَّا ٱللَّهَ ۖ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ ٱلْمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟
مگر اللہ ہی کی، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک دردناک دن کے ○ پس کہا ان وڈیروں نے جنہوں نے کفر کیا
مِن قَوْمِهِۦ مَا نَرَىٰكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَىٰكَ ٱتَّبَعَكَ إِلَّا ٱلَّذِينَ هُمْ
اس کی قوم میں سے، نہیں دیکھتے ہم تجھے مگر بشر اپنے ہی جیسا اور نہیں دیکھتے ہم تجھے کہ اتباع کیا ہو تیرا مگر ان لوگوں نے کہ وہ
أَرَاذِلُنَا بَادِىَ ٱلرَّأْىِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَٰذِبِينَ ﴿۲۷﴾
کمترین ہیں ہم میں سے، سرسری رائے سے اور نہیں دیکھتے ہم واسطے تمہارے اوپر اپنے کوئی فضل، بلکہ ہم تو گمان کرتے ہیں تمہیں جھوٹا ○
قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّى وَءَاتَىٰنِى رَحْمَةً مِّنْ عِندِهِۦ
نوح نے کہا، اے میری قوم! دیکھو تو! اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے اور اس نے دی ہو مجھے رحمت (نبوت) اپنے پاس سے
فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ لَهَا كَٰرِهُونَ ﴿۲۸﴾ وَيَٰقَوْمِ لَآ أَسْـَٔلُكُمْ
پھر پوشیدہ کردی گئی ہو وہ (دلیل) تم پر تو کیا ہم (زبردستی) چپکا دیں تم پر اس (پر ایمان لانے) کو، جبکہ تم اسکو ناپسند کرتے ہو؟ ○ اور اے میری قوم! نہیں مانگتا میں تم سے
عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِىَ إِلَّا عَلَى ٱللَّهِ ۚ وَمَآ أَنَا۠ بِطَارِدِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ۚ إِنَّهُم مُّلَٰقُوا۟
اس (تبلیغ) پر کوئی مال، نہیں ہے میرا اجر مگر اوپر اللہ کے اور نہیں ہوں میں دھتکارنے والا ان لوگوں کو جو ایمان لائے، بیشک وہ ملنے والے ہیں

رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ
اپنے رب سے، لیکن میں دیکھتا ہوں تمھیں ایسے لوگ کہ جہالت کرتے ہو تم ○ اور اے میری قوم! کون مدد کرے گا میری اللہ (کے عذاب) سے اگر
طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ
دھتکار دوں میں انھیں؟ کیا پس نہیں نصیحت حاصل کرتے تم؟ ○ اور نہیں کہتا میں تم سے کہ میرے پاس خزانے ہیں اللہ کے، اور نہ میں جانتا ہوں
الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ
غیب اور نہ میں کہتا ہوں (یہ کہ) بیشک میں فرشتہ ہوں اور نہ میں کہتا ہوں واسطے ان لوگوں کے جنھیں حقیر دیکھتی ہیں آنکھیں تمھاری کہ ہرگز نہیں
يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾
دے گا انھیں اللہ بھلائی، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ انکے دلوں میں ہے، (اگر میں نے کہا تو) بلاشبہ میں اس وقت البتہ ظالموں سے ہوں گا ○
قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ
انھوں نے کہا اے نوح! تحقیق جھگڑا کیا تو نے ہم سے اور خوب کیا تو نے جھگڑا ہم سے، پس لے آ تو ہم پر وہ (عذاب) جس کا وعدہ دیتا ہے تو ہمیں، اگر ہے تو
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾
سچوں میں سے ○ نوح نے کہا، یقیناً لائے گا تم پر وہ (عذاب) اللہ ہی، اگر اس نے چاہا، اور نہیں تم (اسے) عاجز کرنے والے ○
وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ
اور نہیں نفع دے گی تمھیں نصیحت میری اگر چاہوں میں یہ کہ نصیحت کروں میں تمھیں، اگر ہو اللہ چاہتا
اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ ﴿۳۴﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ
گمراہ کرنا تمھیں وہی رب ہے تمھارا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ○ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود گھڑا ہے اس (قرآن) کو؟ کہہ دیجیے! اگر
افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ ۳ع۳
خود گھڑا ہے میں نے اسے تو مجھ ہی پر ہے جرم میرا، اور میں بری ہوں اس سے جو تم جرم کرتے ہو ○ اور وحی کی گئی طرف نوح کی یہ بات کہ
لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ ﴿۳۶﴾
ہرگز کوئی نہیں ایمان لائے گا تیری قوم میں سے سوائے اس شخص کے جو ایمان لا چکا ہے (پہلے) پس مت غم کھا بوجہ اسکے جو وہ کر رہے ہیں ○
وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ
اور تو بنا ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی کے مطابق اور مت گفتگو کرنا مجھ سے ان لوگوں کی بابت جنھوں نے ظلم (کفر) کیا، بلاشبہ وہ
مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ
غرق کیے جائیں گے ○ اور بناتا تھا نوح کشتی، اور جب گزرتے اسکے پاس سے وڈیرے اسکی قوم کے تو وہ مذاق کرتے اس سے
قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ؕ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ
نوح نے کہا، اگر تم (آج) مذاق کرتے ہو ہم سے تو بیشک ہم بھی (ایک روز) مذاق کریں گے تم سے جس طرح تم مذاق کرتے ہو ○ پس عنقریب تم جان لو گے

مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (٣٩) حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

کون شخص ہے کہ آتا ہے اس پر ایسا عذاب جو رسوا کردے گا اسکو (دنیا میں) اور اترے گا اس پر عذاب دائمی (آخرت میں) ○ حتی کہ جب آیا

اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ

ہمارا حکم اور جوش مارا تنور نے تو ہم نے کہا، سوار کرلے اس کشتی میں ہر قسم سے جوڑا (نر، مادہ ہر ایک سے) دو اور اپنے گھر والوں کو سوائے اس شخص کے کہ

سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ (٤٠) وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا

پہلے گزر چکا اسکی بابت حکم اور انکو بھی جو ایمان لاچکے ہیں، اور نہ ایمان لائے تھے اسکے ساتھ مگر تھوڑے لوگ ○ اور نوح نے کہا، سوار ہو جاؤ اس کشتی میں

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٤١) وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ

ساتھ نام اللہ کے ہے چلنا اسکا اور ٹھہرنا اسکا، بلاشبہ میرا رب البتہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ اور وہ (کشتی) چلتی تھی انہیں لے کر

فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا

ایسی موجوں میں جو پہاڑوں جیسی تھیں، اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو، اور تھا وہ (سب سے) الگ تھلگ اے عزیز بیٹے! تو (بھی) سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور نہ

تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (٤٢) قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا

ہو ساتھ کافروں کے ○ اس نے کہا، ابھی پناہ لے لیتا ہوں میں طرف کسی پہاڑ کی، وہ بچالے گا مجھے پانی سے، نوح نے کہا، نہیں

عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ

کوئی بچانے والا آج اللہ کے حکم (عذاب) سے، مگر جس پر اللہ (ہی) رحم کرے، اور حائل ہوگئی درمیان ان دونوں کے موج، پس ہو گیا وہ

مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (٤٣) وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ

غرق شدہ لوگوں میں سے ○ اور کہا گیا اے زمین! نگل لے تو پانی اپنا اور اے آسمان! تھم جا تو (برسنے سے) اور کم (خشک) کردیا گیا پانی،

وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (٤٤) وَنَادٰى

اور تمام کردیا گیا (انکا) کام، اور کشتی جا ٹھہری اوپر جودی (پہاڑی) کے، اور کہا گیا دوری (لعنت) ہے واسطے ظالم قوم کے ○ اور پکارا

نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

نوح نے اپنے رب کو، پس کہا اس نے، اے میرے رب! بلاشبہ میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے، اور بلاشبہ تیرا وعدہ حق (سچا) ہے اور تو بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

الْحٰكِمِيْنَ (٤٥) قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ

تمام فیصلہ کرنے والوں سے ○ اللہ نے کہا، اے نوح! بیشک وہ نہیں ہے تیرے اہل میں سے، بلاشبہ اس کا عمل غیر صالح ہے،

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (٤٦)

پس نہ سوال کر تو مجھ سے اس چیز کا کہ نہیں ہے تجھے اسکا کوئی علم، بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے یہ کہ (نہ) ہو تو جاہلوں میں سے ○

قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ

نوح نے کہا، اے میرے رب! بیشک میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ سوال کروں تجھ سے اس چیز کا کہ نہیں ہے مجھے اسکا کوئی علم اور اگر نہ مغفرت کی تو نے میری

وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ㊼ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ

اور (نہ) رحم کیا تو نے مجھ پر تو ہو جاؤں گا میں خسارہ پانے والوں میں سے ○ کہا گیا اے نوح! اتر تو ساتھ سلامتی کے ہماری طرف سے اور برکتوں کے

عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ط وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ

اوپر تیرے اور اوپر جماعتوں کے ان میں سے جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ جماعتیں ہوں گی کہ عنقریب ہم فائدہ دیں گے انہیں پھر پہنچے گا انکو ہماری طرف سے عذاب

اَلِيْمٌ ㊽ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ج مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

دردناک (آخرت میں) ○ یہ کچھ خبریں ہیں غیب کی، ہم وحی کرتے ہیں انکی آپ کی طرف، نہ تھے آپ ہی جانتے ان کو اور نہ

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ؕ فَاصْبِرْ ؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ㊾ ۴ ع ۴

آپ کی قوم پہلے اس (وحی) سے، پس آپ صبر کریں، بلاشبہ (بہترین) انجام واسطے متقین ہی کے ہے ○

﴿ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ﴾ ”اور ہم نے نوح علیہ السلام کو بھیجا۔“ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام کو اولین رسول بنا کر بھیجا۔ ﴿ اِلٰى قَوْمِهٖٓ ﴾ ”ان کی قوم کی طرف۔“ جو انہیں اللہ کی طرف بلاتے تھے اور شرک سے روکتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ”میں تم کو کھول کھول کر ڈر سنانے آیا ہوں۔“ یعنی میں نے جس چیز سے تمہیں ڈرایا ہے اسے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے جس سے اشکال زائل ہو گیا۔ ﴿ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ﴾ ”کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔“ یعنی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی عبادت کو خالص کرو اور تمام باطل معبودوں کو چھوڑ دو جن کی بندگی کی جاتی ہے۔ ﴿ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴾ ”مجھے تمہاری نسبت دردناک عذاب کا اندیشہ ہے۔“ یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی توحید کو قائم نہیں کرتے اور میری اطاعت نہیں کرتے تو مجھے تم پر دردناک عذاب کا ڈر ہے۔ ﴿ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ ﴾ ”تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے۔“ یعنی جناب نوح علیہ السلام کی قوم کے اشراف اور روسا نے آپ کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا۔ جیسا کہ ان جیسے دیگر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ وہ اولین لوگ تھے جنہوں نے رسولوں کی دعوت کو رد کیا اور کہنے لگے:

﴿ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ﴾ ”ہم تو تجھے اپنے ہی جیسا انسان دیکھتے ہیں“ ان کے زعم کے مطابق یہ مانع تھا جو انہیں نوح علیہ السلام کی اتباع سے روکتا تھا حالانکہ نفس الامر میں ان کی دعوت حق اور صواب تھی اس کے علاوہ رسول کا کچھ اور ہونا مناسب ہی نہیں' کیونکہ انسان ہی سے انسان علم حاصل کر سکتا ہے اور اپنے ہر معاملے میں وہ صرف انسان کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس کے برعکس وہ فرشتوں سے سیکھ سکتا ہے نہ ان کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

﴿ وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا ﴾ ”اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں۔“ یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے صرف ان لوگوں نے تیری پیروی کی ہے جو ہم میں سے (بزعم خود) رذیل اور گھٹیا لوگ ہیں..... حالانکہ وہ' درحقیقت' اشراف اور عقل مند لوگ تھے یہ وہ لوگ تھے

جو حق کے سامنے سرافگندہ ہو گئے تھے' یہ وہ رذیل لوگ نہ تھے جن کو اشرافیہ کہا جاتا تھا جو ہر سرکش شیطان کے پیچھے لگ جاتے تھے جنہوں نے پتھروں اور درختوں کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ جن کا یہ لوگ تقرب حاصل کرتے تھے اور جن کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔ کیا آپ ان سے زیادہ رذیل اور ان سے بڑھ کر خسیس کہیں اور دیکھ سکتے ہیں؟ ﴿بَادِیَ الرَّاْیِ﴾ ''سرسری نظر والے'' یعنی یہ لوگ بغیر سوچے سمجھے تیری پیروی کرتے ہیں' بلکہ محض تیرے دعوت دینے پر ہی تیری اتباع کرتے ہیں...... یعنی ان کی مراد یہ تھی کہ یہ لوگ اپنے معاملے میں بصیرت سے محروم ہیں۔ حالانکہ انہیں معلوم نہیں کہ واضح حق وہ ہے جس کی طرف عقل بدیہی طور پر دعوت دیتی ہے اور یہ مجرد اس چیز کے ذریعے سے حق معلوم کرتے ہیں جس کے ذریعے سے عقل رکھنے والے لوگ معلوم کرتے اور اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ حق کا معاملہ ان خفیہ امور کی مانند نہیں ہے جو کسی گہرے سوچ بچار اور طویل غور و فکر کے محتاج ہوتے ہیں۔ ﴿وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ﴾ ''اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے۔'' یعنی ہمارے خیال میں تم ہم پر کوئی فضیلت نہیں رکھتے کہ ہم تمہاری اطاعت کریں ﴿بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ﴾ ''بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں'' انہوں نے اس بارے میں جھوٹ بولا تھا' کیونکہ وہ ایسی نشانیاں اور معجزات دیکھ چکے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی تائید کے لیے نازل فرمایا تھا' جو آپ کی صداقت پر انہیں قطعی یقین فراہم کرتی تھیں۔

﴿قَالَ﴾ بناء بریں نوح علیہ السلام نے ان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ﴾ ''اے میری قوم! اگر ہوں میں واضح دلیل پر اپنے رب کی طرف سے'' یعنی جزم و یقین پر۔ معنی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کامل رسول اور ایسے مقتدیٰ تھے جن کی پیروی بڑے بڑے عقل مند کرتے تھے جن کی عقل کے سامنے بڑے بڑے عقل مندوں کی عقل مضمحل ہو جاتی تھی۔ درحقیقت وہ سچے تھے' لہٰذا جب وہ کہتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہوں تو گواہی اور تصدیق کے لیے' تمہیں یہی قول کافی ہے۔ ﴿وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ﴾ ''اور دی ہے اس نے مجھے رحمت اپنی طرف سے'' یعنی اس نے میری طرف وحی کی' مجھے رسول بنا کر مبعوث کیا اور مجھے ہدایت سے نوازا ہے۔ ﴿فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ﴾ ''پھر اسے تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا'' یعنی جن کی حقیقت تم پر پوشیدہ ہو گئی اس لیے تم اسے قبول کرنے کے لیے نہ اٹھے۔ ﴿اَنُلْزِمُكُمُوْهَا﴾ ''کیا ہم تمہیں اس چیز کو قبول کرنے پر مجبور کر سکتے ہیں'' جو ہمارے نزدیک محقق ہے اور تم اس میں شک کرتے ہو؟ ﴿وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ﴾ ''جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو'' یہاں تک کہ تم اس چیز کو ٹھکرانے کے حریص ہو جو میں لایا ہوں۔ یہ چیز ہمیں کوئی نقصان دے سکتی ہے نہ ہمارے یقین میں قادح ہے اور نہ تمہارا بہتان اور ہم پر تمہاری افترا پردازی ہمیں ہمارے راستہ سے ہٹا سکتی ہے۔ اس کی غایت و انتہا تو صرف یہ ہے کہ وہ تمہیں اس راستے سے روک دے گی اور حق کے لیے تمہاری عدم اطاعت کی موجب ہو گی جسے تم باطل سمجھتے ہو۔

جب حالت اس انتہا کو پہنچ جائے تو ہم تمہیں اس چیز پر مجبور کرنے کی قدرت نہیں رکھتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور نہ ہم وہ چیز تم پر لازم کر سکتے ہیں جس سے تم نفرت کرتے ہو۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴾ ”کیا ہم اس کے لیے تمہیں مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔“

﴿ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ﴾ ”اے میری قوم میں اس کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں۔“ یعنی میں تمہیں دعوت دینے پر تم سے کوئی مال اجر کے طور پر نہیں مانگتا جسے تم بوجھ سمجھو۔ ﴿ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ﴾ ”میرا اجر تو صرف اللہ کے ذمے ہے“ اور گویا کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ وہ کمزور بے مایہ اہل ایمان کو اپنے پاس سے اٹھا دیں۔ اس لئے آپ نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے ہیں میں انہیں نکالنے والا نہیں ہوں۔“ یعنی میرے لئے مناسب ہے نہ مجھے یہ زیب دیتا ہے کہ میں ان کو دھتکار دوں، بلکہ میں نہایت عزت و اکرام اور تعظیم کے ساتھ ان کا استقبال کروں گا۔ ﴿ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ ﴾ ”وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں“ پس وہ انہیں ان کے ایمان اور ان کے تقویٰ کے بدلے نعمتوں بھری جنت عطا کرے گا۔ ﴿ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴾ ”لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نادان لوگ ہو“ کیونکہ تم مجھے اولیاء اللہ کو دھتکارنے اور اپنے سے دور کرنے کا حکم دیتے ہو اور تم نے حق کو اس لئے رد کر دیا ہے، کیونکہ وہ حق کی اتباع کرتے ہیں، اور اس لیے بھی کہ تم حق کا ابطال کرنے کے لیے اس قسم کا استدلال کرتے ہو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں اور یہ کہ ہمیں تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔

﴿ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ﴾ ”اور اے میری قوم! اگر میں ان کو دھتکار دوں تو کون مجھے اللہ سے چھڑائے گا؟“ یعنی مجھے اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا۔ کیونکہ ان کو دھتکارنا اللہ کے عذاب کا موجب ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ ﴿ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ ”کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔“ یعنی کیا تم اس چیز سے نصیحت نہیں پکڑتے جو تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند اور زیادہ درست ہے اور کیا تم ان معاملات پر تدبر نہیں کرتے؟ ﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ﴾ ”اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں“ یعنی میری انتہا یہ ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں، میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں اور تمہیں برے انجام سے ڈراتا ہوں، اس کے علاوہ میرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں۔ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں کہ میں ان میں تصرف کروں جس کو چاہوں عطا کروں اور جس کو چاہوں محروم کر دوں۔ ﴿ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ﴾ ”اور میرے پاس غیب کا علم بھی نہیں“ کہ میں تمہارے سینے کے بھیدوں اور تمہارے ”رازِ دروں“ کے بارے میں تمہیں آگاہ کر سکوں۔ ﴿ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ ﴾ ”اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں“ یعنی میں اپنے مرتبہ سے بڑھ کر کسی مرتبہ کا دعویٰ نہیں کرتا۔ نہ میں اس کے سوا کسی منزلت کا دعویٰ کرتا ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے

مجھے فائز کیا ہے اور نہ میں لوگوں کے بارے میں اپنے ظن اور گمان کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہوں۔

﴿ وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ ﴾ ''اور نہ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری آنکھوں میں حقیر ہیں'' یعنی وہ کمزور اہل ایمان جن کو کافر سرداران قوم حقیر سمجھتے تھے۔ ﴿ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ﴾ ''اللہ ان کو ہرگز بھلائی نہ دے گا۔ اللہ خوب جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے'' اگر وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں تو ان کے لیے خیر کثیر ہے اور اگر وہ اپنے دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں تو ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ ﴿ اِنِّيْٓ اِذًا ﴾ ''بے شک میں تب'' یعنی اگر میں نے تم سے اس بارے میں کچھ کہا جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے ﴿ لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴾ ''ظالموں میں سے ہوں گا'' یہ نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو اس بات سے مایوس کر دینا ہے کہ وہ کمزور اہل ایمان کو اپنے سے دور کریں یا ان کو ناراض کر لیں اور اپنی قوم کو ایسے طریقوں سے سمجھانے کی کوشش ہے جو ایک انصاف پسند شخص کو سمجھنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت نوح علیہ السلام ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے سے باز نہیں آتے اور وہ نوح علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے تو انہوں نے نوح علیہ السلام سے کہا: ﴿ يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اے نوح! تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور خوب جھگڑا کیا، اب لے آ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے، اگر تو سچا ہے'' وہ کتنے جاہل اور کتنے گمراہ تھے کہ انہوں نے اپنے خیر خواہ نبی سے یہ بات کہی۔ اگر وہ سچے تھے تو انہوں نے یہ کیوں نہ کہا ''اے نوح! (علیہ السلام) آپ نے ہماری خیر خواہی کی، ہم پر شفقت فرمائی اور ایسے معاملے کی طرف ہمیں دعوت دی ہے جو ہمارے سامنے نہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس معاملے کو ہمارے سامنے اچھی طرح واضح کر دیں، تاکہ ہم اس کی پیروی کر سکیں ورنہ آپ تو اپنی خیر خواہی پر شکریہ کے مستحق ہیں''...... تو یہ اس شخص کے لیے انصاف پر مبنی جواب ہوتا جس نے ایک ایسے امر کی طرف دعوت دی ہے جو اس پر مخفی رہ گیا ہے۔

مگر وہ تو اپنے قول میں سخت جھوٹے اور اپنے نبی کے خلاف جسارت کرنے والے تھے۔ ان کا حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو کسی دلیل اور حجت کی بنا پر رد کرنا تو کجا، کوئی ادنیٰ سا شائبہ بھی نہ تھا جس کی بنیاد پر انہوں نے اس دعوت کو رد کیا۔ بنابریں وہ اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے عذاب کے مطالبے میں جلدی مچانے اور اللہ جل شانہ کو عاجز قرار دینے لگے۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ﴿ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ ﴾ ''اس کو تو اللہ ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت نے تم پر عذاب نازل کرنے کا تقاضا کیا، تو وہ ضرور ایسا کرے گا۔ ﴿ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴾ ''اور تم اس (اللہ تعالیٰ) کو عاجز اور بے بس نہیں کر سکتے'' اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے ہاتھ میں اس امر کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ﴾ ’’اور نہیں نفع دے گی تم کو میری نصیحت‘ اگر میں تم کو نصیحت کرنا چاہوں‘ اگر اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو‘‘ یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارادہ غالب ہے‘ کیونکہ اگر وہ تمہیں تمہارے حق کو ٹھکرا دینے کی پاداش میں گمراہ کر دے اور خواہ میں پوری کوشش کے ساتھ تمہاری خیر خواہی کروں...... اور جناب نوح علیہ السلام نے ایسا کیا بھی...... تب بھی میری یہ کوشش تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ ﴿هُوَ رَبُّكُمْ﴾ ’’وہ تمہارا رب ہے‘‘ تمہارے ساتھ وہی کچھ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ’’اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے‘‘ پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ’’کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے‘‘ اس ضمیر میں اس امر کا احتمال ہے کہ وہ نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہو جیسا کہ پورا سیاق ان کی قوم کے ساتھ ان کے معاملے کے بارے میں ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ کہتے تھے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کی ہے اور جھوٹ بولا ہے کہ اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے اور اللہ نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہہ دے۔ ﴿قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ﴾ ’’کہہ دیجیے‘ اگر میں نے اسے گھڑا ہو‘ تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میں تمہارے گناہوں سے بری ہوں‘‘ یعنی شخص کا بوجھ خود اسی پر ہے ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ (الانعام: ۱۶۴/۶) ’’کوئی شخص کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا‘‘۔

اور اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع نبی اکرم ﷺ ہوں اس صورت میں یہ آیت کریمہ‘ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ کے اثنا میں‘ جملہ معترضہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا تعلق ایسے امور سے ہے جنہیں انبیاء کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا اور یہ قصہ ان نشانیوں میں سے تھا جو آپ ﷺ کی صداقت اور رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی تکذیب کا ذکر فرمایا اور اس کے ساتھ ساتھ پوری طرح کھول کھول کر آیات بیان فرمائیں چنانچہ فرمایا: ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ﴾ ’’کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔‘‘ یعنی قرآن کو محمد (ﷺ) نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ یہ انتہائی عجیب اور باطل ترین قول ہے‘ کیونکہ انہیں علم ہے کہ آپ ﷺ لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں‘ اہل کتاب کے علوم سیکھنے کے لیے آپ نے کہیں سفر بھی نہیں کیا‘ بایں ہمہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتاب پیش کی اور جس کے بارے میں کفار کو مقابلے کی دعوت دی کہ اس جیسی ایک سورت ہی بنا لائیں۔ اس کے باوجود اگر وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ افترا اور بہتان ہے تو معلوم ہوا کہ وہ درحقیقت‘ حق سے عناد رکھتے ہیں‘ لہٰذا ان کے ساتھ بحث کرنے اور دلیل دینے کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا‘ بلکہ ان حالات میں مناسب یہی ہے کہ آپ ان سے کنارہ کشی کریں۔ اس لئے فرمایا: ﴿قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ﴾

”کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اسے گھڑا ہو تو مجھ پر ہے اس کا گناہ۔“ یعنی میرا گناہ اور میرا جھوٹ میرے ذمہ ہے ﴿وَاَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُجۡرِمُوۡنَ﴾ ”اور جو گناہ تم کرتے ہو اس سے میں بری ہوں۔“ پھر تم مجھے جھٹلانے پر کیوں اصرار کر رہے ہو۔

﴿وَاُوۡحِیَ اِلٰی نُوۡحٍ اَنَّهٗ لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِكَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ﴾ ”نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تیری قوم میں سے ایمان نہیں لائے گا، مگر جو ایمان لا چکا“ یعنی یہ لوگ پتھر دل ہوگئے ہیں۔ ﴿فَلَا تَبۡتَئِسۡ بِمَا كَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ﴾ ”پس آپ غم نہ کریں ان کاموں پر جو وہ کر رہے ہیں“ یعنی آپ غم زدہ نہ ہوں اور نہ ان کے کرتوتوں کی کوئی پروا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہے اور اس نے ان کو ایسے عذاب کا مستحق ٹھہرا دیا ہے جس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ ﴿وَاصۡنَعِ الۡفُلۡكَ بِاَعۡیُنِنَا وَوَحۡیِنَا﴾ ”اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ۔“ یعنی ہماری حفاظت میں ہمارے سامنے اور ہماری مرضی کے مطابق کشتی بنائیں۔ ﴿وَلَا تُخَاطِبۡنِیۡ فِی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا﴾ ”اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا“ یعنی ان کی ہلاکت کے بارے میں ہمارے ساتھ گفتگو نہ کریں۔ ﴿اِنَّهُمۡ مُّغۡرَقُوۡنَ﴾ ”بے شک یہ غرق ہوں گے“ یعنی وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اور ان پر تقدیر کا فیصلہ نافذ ہو چکا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور کشتی بنانا شروع کر دی ﴿وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیۡهِ مَلَاٌ مِّنۡ قَوۡمِهٖ﴾ ”جب کبھی سرداران قوم ان کے پاس سے گزرتے“ اور ان کو کشتی بناتے ہوئے دیکھتے ﴿سَخِرُوۡا مِنۡهُ قَالَ اِنۡ تَسۡخَرُوۡا مِنَّا﴾ ”تو مذاق کرتے اس سے، نوح نے کہا، اگر تم مذاق کرتے ہو ہم سے“ یعنی اب اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو ﴿فَاِنَّا نَسۡخَرُ مِنۡكُمۡ كَمَا تَسۡخَرُوۡنَ ۝ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ یَّاۡتِیۡهِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡهِ وَیَحِلُّ عَلَیۡهِ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ﴾ ”تو ہم بھی مذاق کریں گے تم سے، جیسے تم مذاق کرتے ہو۔ اب جلد جان لو گے کہ کس پر رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے اور اترتا ہے اس پر دائمی عذاب“ یعنی ہم پر یہ عذاب نازل ہوگا یا تم پر؟ اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو انہیں معلوم ہوگیا۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا﴾ ”یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا۔“ یعنی جب وہ وقت آ گیا جو ہم نے ان پر نزول عذاب کے لیے مقرر کیا تھا۔ ﴿وَفَارَ التَّنُّوۡرُ﴾ ”اور جوش مارا تنور نے“ یعنی اللہ تعالیٰ نے زوردار بارش سے آسمان کے دہانے کھول دیے اور تمام روئے زمین پر جا بجا پانی کے چشمے جاری کر دیے حتیٰ کہ تنوروں سے بھی پانی ابلنے لگا جو کہ عادۃً آگ کا مقام ہے اور وہاں پانی کا ہونا بعید تربات ہے۔ تنوروں میں بھی چشمے پھوٹ پڑے اور پانی اس کام کے لیے جمع ہو گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔ ﴿وَقُلۡنَا﴾ ”اور ہم نے کہا۔“ یعنی ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا ﴿احۡمِلۡ فِیۡهَا مِنۡ كُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ﴾ ”ہر قسم میں سے جوڑا جوڑا اس میں سوار کر لیں۔“ یعنی تمام مخلوقات میں سے ہر صنف کا ایک جوڑا، یعنی نر اور مادہ کشتی پر سوار کر لیں، تاکہ تمام مخلوقات کی اصل باقی رہے۔ رہا جوڑے سے

زائد جانور سوار کرنا تو کشتی ان تمام جانوروں کو لادلینے کی گنجائش نہیں رکھتی۔ ﴿وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو، مگر جس پر سبقت کر گیا ہے حکم'' اور ان لوگوں کو چھوڑ کر جو کافر ہیں، مثلاً نوح علیہ السلام کا بیٹا جو غرق ہوا، اپنے گھر والوں کو بھی کشتی میں سوار کر لیں۔ ﴿وَمَنْ اٰمَنَ﴾ ''اور سب ایمان والوں کو'' ﴿وَ﴾ اور حال یہ ہے کہ ﴿مَآ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''ان کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔'' ﴿وَقَالَ﴾ اور نوح علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا جن کو سوار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ ﴿ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا﴾ ''اس میں سوار ہو جاؤ، اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا'' یعنی وہ اللہ کے نام پر بہتی چلی جا رہی تھی اور اسی کے حکم سے لنگر انداز ہوتی تھی ﴿اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔'' کیونکہ اس نے ہمیں بخش دیا، ہمیں اپنی رحمت سے نوازا اور ظالموں کی قوم سے ہمیں نجات دی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کشتی کے تیرنے کا وصف اس طرح بیان فرمایا گویا ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ﴿وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ﴾ ''اور وہ ان کو لے کر چلنے لگی۔'' یعنی کشتی نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو لے کر تیر رہی تھی۔ ﴿فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ﴾ ''پہاڑوں جیسی لہروں میں'' اور اللہ تعالیٰ کشتی اور کشتی میں سوار لوگوں کی حفاظت کر رہا تھا۔ ﴿وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ﴾ ''اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا'' یعنی جب نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہو گئے تو اسے بلایا، تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ سوار ہو جائے۔ ﴿وَكَانَ﴾ ''اور وہ تھا۔'' یعنی نوح علیہ السلام کا بیٹا ﴿فِيْ مَعْزِلٍ﴾ ''الگ'' یعنی کشتی والوں سے علیحدہ دور فاصلے پر تھا۔ نوح علیہ السلام چاہتے تھے وہ قریب آ کر کشتی میں سوار ہو جائے۔ اس لئے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا: ﴿يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو'' ورنہ ان پر نازل ہونے والا عذاب تجھے بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ﴿قَالَ﴾ ''اس نے کہا۔'' یعنی نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنے باپ کے قول ''عذاب سے صرف وہی نجات پائے گا جو کشتی میں سوار ہو گا......'' کی تکذیب کرتے ہوئے کہا: ﴿سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ﴾ ''میں پہاڑ سے جا لگوں گا کہ وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔'' یعنی میں کسی پہاڑ پر چڑھ کر پانی سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ ﴿قَالَ﴾ نوح علیہ السلام نے کہا: ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾ ''آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں، مگر جس پر وہی رحم کرے'' کوئی پہاڑ وغیرہ کسی کو بچا نہیں سکے گا۔ اگر کوئی اس پانی سے بچنے کے لیے ممکن حد تک بڑے سے بڑے سبب اختیار کر لے تب بھی اگر اللہ تعالیٰ اسے نہ بچائے تو وہ بچ نہیں سکتا۔

﴿وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ﴾ ''اور حائل ہو گئی دونوں کے درمیان موج، پس ہو گیا وہ'' یعنی بیٹا ﴿مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾ ''ڈوبنے والوں میں۔''

﴿وَ﴾ ''اور'' جب اللہ تعالیٰ نے ان کو سیلاب میں غرق کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو بچا

لیا ﴿قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ﴾ ''حکم دیا گیا' اے زمین! نگل لے اپنا پانی''یعنی وہ تمام پانی نگل لے جو تجھ سے خارج ہوا تھا اور تیری سطح پر آسمان سے نازل ہوا ﴿وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ﴾ ''اور اے آسمان! تھم جا''پس زمین اور آسمان دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی۔ زمین نے اپنا پانی نگل لیا اور آسمان تھم گیا۔ ﴿وَغِيْضَ الْمَآءُ﴾ ''اور سکھا دیا گیا پانی''یعنی پانی زمین میں جذب ہو گیا ﴿وَقُضِيَ الْاَمْرُ﴾ ''اور ہو چکا کام''یعنی جھٹلانے والوں کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات کا فیصلہ چکا دیا گیا۔ ﴿وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ﴾ ''اور وہ ٹھہر گئی کوہ جودی پر۔''یعنی کشتی 'جودی' پر لنگر انداز ہو گئی جو سرزمین موصل میں ایک معروف پہاڑ ہے۔ ﴿وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور کہا گیا' دوری ہو ظالم لوگوں کے لئے''ان کی ہلاکت پر لعنت' اللہ کی رحمت سے دوری اور پھٹکار ان کے پیچھے لگا دی گئی جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔

﴿وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ﴾ ''اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا' بے شک میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے' اور تیرا وعدہ سچا ہے'' اور تو نے مجھ سے فرمایا تھا: ﴿احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ﴾ ''ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی'' اور تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا ہے' تو اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

شاید کہ نوح علیہ السلام کی شفقت پدری نے جوش مارا ہو' نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا' تو نوح علیہ السلام نے سمجھا کہ یہ وعدہ تمام لوگوں کو شامل ہے خواہ وہ ایمان لائے ہوں یا نہ لائے ہوں' اس لئے انہوں نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے دعا مانگتے ہوئے تمام معاملہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے سپرد کر دیا اور عرض کیا: ﴿وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ﴾ ''اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔'' ﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ﴾ ''وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے'' یعنی ان اہل خانہ میں سے' جن کی نجات کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ ﴿اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ ''بے شک اس کے عمل صحیح نہیں ہیں''یعنی یہ دعا تو نے ایک ایسے کافر کی نجات کے لیے کی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔ ﴿فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ ''پس جس کی بابت تجھے علم نہ ہو' اس کا مجھ سے سوال نہ کر''یعنی جس کی عاقبت اور انجام کا تجھ کو علم نہیں کہ آیا اس کا انجام اچھا ہے یا برا۔ ﴿اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بن۔''یعنی میں تجھ کو ایسی نصیحت کرتا ہوں جس پر عمل کر کے تو کاملین میں شمار ہو گا اور جاہلین کی صفات سے نجات حاصل کرے گا۔

اس وقت نوح علیہ السلام اپنی دعا پر سخت نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا: ﴿قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اے میرے رب! میں اس

بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں تجھ سے ایسی چیز کا سوال کروں جس کا مجھے علم نہ ہو اور اگر تو نے مجھے معاف نہ کیا اور مجھ پر رحم نہ کیا' تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' پس مغفرت اور رحمت بندے کو خسارے والے لوگوں میں شامل ہونے سے بچاتی ہے۔

یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ نوح علیہ السلام کو معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے (کافر) بیٹے کی نجات کے لیے دعا کرنا حرام ہے اور ان کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہے۔ ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ﴾ ''ظالموں کے بارے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا کہ وہ سب غرق ہوں گے۔'' بلکہ نوح علیہ السلام کے نزدیک دونوں امور متعارض ہو گئے اور وہ سمجھے کہ ان کا بیٹا ﴿اَهْلَكَ﴾ کے حکم میں داخل ہے اور بعد میں ان پر واضح ہوا کہ ان کا بیٹا ان لوگوں میں شامل ہے جن کے لیے بخشش کی دعا اور گفتگو کرنے سے روکا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ وَعَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ﴾ ''حکم ہوا اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر اور برکتوں کے ساتھ' تجھ پر اور ان گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں'' یعنی انسانوں کے علاوہ حیوانوں کے وہ جوڑے جو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کیے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب میں برکت ڈال دی حتیٰ کہ انہوں نے روئے زمین کو اس کے کناروں تک بھر دیا۔

﴿وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ﴾ ''اور دوسرے گروہ ہیں جن کو ہم فائدہ دیں گے'' یعنی دنیا میں ہم انہیں متمتع ہونے دیں گے۔

﴿ثُمَّ یَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ ''پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب'' یعنی یہ نجات دینا' ہمارے لیے اس بات میں مانع نہیں ہوگا کہ اگر اس کے بعد کوئی شخص کفر کا ارتکاب کرے گا' تو ہم اس پر عذاب نازل کریں' بلکہ اگر ان کو تھوڑی مدت کے لیے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جائے گا' تو اس کے بعد ان کا مواخذہ بھی کیا جائے گا۔

یہ مبسوط قصہ بیان کرنے کے بعد...... جسے اس شخص کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا جسے اللہ نے اپنی رسالت سے نوازا ہے...... اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا: ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا﴾ ''یہ غیب کی خبریں ہیں ہم یہ آپ کی طرف وحی کرتے ہیں نہ آپ کو ان کی خبر تھی نہ آپ کی قوم کو اس سے پہلے'' کہ آپ کی قوم یہ کہتی کہ یہ تو (محمد ﷺ) پہلے ہی جانتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کیجیے اور اس کا شکر ادا کیجیے' اپنے موقف' یعنی دین قیم' صراط مستقیم اور دعوت دین پر نہایت ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہیے۔ ﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ ''بے شک اچھا انجام پرہیزگاروں کا ہے۔'' یعنی وہ لوگ جو شرک اور دیگر تمام گناہوں سے بچتے ہیں۔ آپ کی قوم کے مقابلے میں آپ کا انجام اسی طرح اچھا ہے جس طرح نوح علیہ السلام کی قوم کے مقابلے میں نوح علیہ السلام کا انجام اچھا تھا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور (بھیجا ہم نے) طرف عاد کی انکے بھائی ہود کو اس نے کہا، اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے تمہارے لیے کوئی معبود سوائے اسکے،

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ

نہیں ہو تم مگر جھوٹ گھڑنے والے ○ اے میری قوم! نہیں سوال کرتا میں تم سے اس (تبلیغ) پر کسی اجر کا نہیں ہے اجر میرا مگر اوپر اس ذات کے

فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٥١﴾ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ

جس نے پیدا کیا مجھے، کیا پس نہیں عقل رکھتے تم؟ ○ اور اے میری قوم! مغفرت طلب کرو تم اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسی کی طرف، وہ بھیجے گا

السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٥٢﴾

بادل اوپر تمہارے خوب برسنے والے اور بڑھادے گا تمہیں قوت میں ساتھ تمہاری (موجودہ) قوت کے، اور مت روگردانی کرو مجرم بن کر ○

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا

انہوں نے کہا، اے ہود! نہیں لایا تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل، اور نہیں ہیں ہم چھوڑنے والے اپنے معبودوں کو تیرے کہنے سے، اور نہیں ہیں

نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٣﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ

ہم تجھ پر ایمان لانے والے ○ نہیں کہتے ہم مگر یہ کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے کسی ہمارے معبود نے برائی (خلل دماغ) میں، ہود نے کہا، بیشک میں

اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٥٤﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ

گواہ بناتا ہوں اللہ کو اور تم بھی گواہ رہو کہ بیشک میں بری ہوں ان سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ○ سوائے اللہ کے، پس تدبیر کرلو تم مجھے نقصان پہنچانے کی

جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٥٥﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ

سب مل کر پھر نہ مہلت دو تم مجھے ○ بیشک میں نے بھروسہ کیا ہے اوپر اللہ کے، جو رب ہے میرا اور رب ہے تمہارا نہیں کوئی چلنے والا جاندار (زمین پر)

اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٥٦﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ

مگر اللہ پکڑے ہوئے ہے پیشانی اس کی، بلاشبہ میرا رب اوپر سیدھے راستے کے ہے ○ پس اگر روگردانی کرو تم، تو تحقیق

اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا

پہنچادی ہے میں نے تمہیں وہ چیز کہ بھیجا گیا ہوں میں ساتھ اسکے تمہاری طرف اور (تمہارا) جانشین بنادے گا میرا رب ایک اور قوم کو سوائے تمہارے، اور نہ

تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا

نقصان پہنچا سکو گے تم اسے کچھ بھی، بلاشبہ میرا رب اوپر ہر چیز کے نگہبان ہے ○ اور جب آ گیا حکم (عذاب) ہمارا تو

نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

نجات دی ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ساتھ اس کے، اپنے فضل سے اور نجات دی ہم نے انہیں عذاب

غَلِيْظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ

شدید سے ○ اور یہ عاد ہیں، انہوں نے انکار کیا تھا آیتوں کا اپنے رب کی، اور نافرمانی کی اللہ کے رسولوں کی اور پیروی کی انہوں نے حکم کی

كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ

ہر سرکش عناد رکھنے والے کے ○ اور پیچھے لگائے گئے وہ اس دنیا میں لعنت اور دن قیامت کے بھی، آگاہ رہو!

اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵ ۱۱ ۵

بلاشبہ عاد (قوم) نے انکار کیا اپنے رب کا، سن لو! دوری ہے واسطے عاد، قوم ہود کے ○

﴿وَاِلٰى عَادٍ﴾ ’’اور عاد کی طرف‘‘ یعنی ہم نے عاد کی طرف مبعوث کیا ’’عاد‘‘ ایک معروف قبیلہ تھا جو سرزمین یمن میں وادی احقاف میں آباد تھا۔ ﴿اَخَاهُمْ﴾ ’’ان کے بھائی۔‘‘ نسب میں ان کے بھائی ﴿هُوْدًا﴾ ’’ہود کو‘‘ تاکہ وہ ان سے علم حاصل کر سکیں۔ ﴿قَالَ﴾ ہود علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ﴾ ’’اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم بہتان باندھتے ہو‘‘ یعنی ہود علیہ السلام نے ان کو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم دیا اور ان کو غیر اللہ کی عبادت کرنے سے منع کیا اور انہیں آگاہ کیا کہ انہوں نے غیر اللہ کی عبادت کو اختیار کر کے اور اس کو جائز قرار دے کر اللہ تعالیٰ پر بہتان طرازی کی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وجوب اور ماسوا کی عبادت کے فساد کو واضح فرمایا۔ پھر اطاعت کے راستے پر گامزن ہونے سے کسی چیز کے مانع نہ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ ’’اے میری قوم! میں اس کا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔‘‘ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں تمہارے اموال میں سے کوئی تاوان وصول نہیں کرتا کہ تمہیں کہنا پڑے ’’یہ ہمارے مال ہتھیانا چاہتا ہے‘‘ میں تو تمہیں بغیر کسی معاوضہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں اور تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔ ﴿اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ’’میرا اجر تو اس ذات کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، کیا پس تم نہیں سمجھتے‘‘ یعنی جس چیز کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کیا تم اسے سمجھتے نہیں کہ یہ قبولیت کی موجب ہے اس کو قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ’’اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔‘‘ یعنی جو گناہ تم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر اپنے رب سے بخشش طلب کرو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ’’پھر اس کے آگے توبہ کرو۔‘‘ یعنی آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ جب تم توبہ کرو گے ﴿يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ’’وہ تم پر موسلا دھار مینہ برسائے گا۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ بکثرت بارش سے نوازے گا جس سے زمین سرسبز و شاداب ہوگی اور رزق میں اضافہ ہوگا۔ ﴿وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾ ’’اور زیادہ کرے گا تم کو قوت پر قوت میں‘‘ کیونکہ وہ سب سے طاقت ور لوگ تھے۔ اسی لئے انہوں نے کہا تھا: ﴿مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۱۵/۴۱) ’’ہم سے زیادہ کون طاقتور ہے‘‘ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر وہ ایمان

لے آئیں تو وہ ان کی قوت میں اور اضافہ کر دے گا۔ ﴿وَلَا تَتَوَلَّوْا﴾ ''اور روگردانی نہ کرو۔'' یعنی اپنے رب سے منہ نہ موڑو ﴿مُجْرِمِيْنَ﴾ ''گناہ گار ہو کر'' یعنی تکبر کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہ موڑو اور اس کے محارم کے ارتکاب کی جسارت نہ کرو۔

﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے ہود علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکراتے ہوئے کہا: ﴿يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ ''اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آیا'' اگر دلیل سے مراد وہ دلیل ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے تو ایسی دلیل حق کی صداقت کے لیے لازم نہیں' بلکہ لازم صرف یہ ہے کہ نبی ان کو ایسی دلیل اور ایسا ثبوت پیش کرے جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتا ہو اور اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ ہود علیہ السلام ان کے پاس کوئی دلیل ہی نہیں لائے جو ان کی دعوت کی صداقت کی گواہی دیتی ہو تو اس بارے میں وہ جھوٹ کہتے ہیں' کیونکہ جب بھی کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر ایسے ایسے معجزات ظاہر کرتا ہے جو انسان کے بس میں نہیں ہوتے۔

اگر ان کے ہاتھ پر کوئی معجزہ نہ بھی ظاہر ہوا ہوتا سوائے دعوت کے جس میں دین کو اللہ وحدہ لا شریک کے لئے خالص کرنے کی تاکید ہو' نیک عمل اور اخلاق جمیلہ کا حکم دیا گیا ہو اور اخلاق مذمومہ' یعنی شرک' فواحش' ظلم اور دیگر مختلف قسم کی برائیوں سے روکا گیا ہو نیز اس کی تائید میں ہود علیہ السلام کی وہ صفات بھی ہوں جو مخلوق میں سب سے اچھے اور سب سے سچے شخص کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتیں' تو ان کی صداقت پر دلیل کے لئے یہی چیز کافی تھی...... بلکہ عقلمند لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز مجرد خرق عادت معجزات سے زیادہ بڑی نشانی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی صداقت پر دلالت کرنے والی آیات و بینات میں سے ایک چیز یہ بھی ہے کہ وہ فرد واحد ہے' اس کے کوئی انصار و اعوان نہیں' وہ اپنی قوم میں پکار پکار کر کہتا ہے اور ان کو عاجز کر دیتا ہے وہ کہتا ہے ﴿اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ﴾ ''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے'' ﴿اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''ہود نے کہا میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں ان ہستیوں سے بیزار ہوں جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے پھر تم سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو اور مجھے مہلت نہ دو''۔ وہ دشمن ہیں ان کے پاس سطوت' غلبہ اور اقتدار ہے وہ ہر طریقے سے اس روشنی کو بجھانا چاہتے ہیں جسے ہود علیہ السلام لے کر آئے ہیں وہ ان دشمنوں کی کوئی پروا نہیں کرتے اور یہ ہیں کہ ہود علیہ السلام کو کوئی نقصان پہنچانے سے عاجز اور بے بس ہیں۔ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔

کفار نے کہا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ﴾ ''اور ہم تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں۔'' یعنی ہم مجرد تیرے قول پر جس پر...... ان کے زعم کے مطابق...... کوئی دلیل نہیں' اپنے معبودوں کی عبادت نہیں چھوڑ سکتے ﴿وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور ہم تیرا یقین کرنے والے نہیں ہیں'' یہ ان کی طرف سے

اپنے ایمان کے بارے میں اپنے نبی ہود علیہ السلام کے ساتھ مایوسی کا اظہار تھا۔ وہ اپنے کفر میں ہمیشہ سرگرداں رہے۔

﴿اِنْ نَّقُوْلُ﴾ ہم تیرے بارے میں یہی کہتے ہیں: ﴿اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ﴾ ‘‘تجھے آسیب پہنچایا ہے ہمارے بعض معبودوں نے’’ یعنی ہمارے کسی معبود نے تیری عقل سلب کر کے تجھے جنون لاحق کر دیا ہے اور تو نے ہذیان بولنا شروع کر دیا ہے جو سمجھ میں نہیں آتا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے ظالموں کے دلوں پر مہر ثبت کر دی۔ انہوں نے کس طرح سب سے سچے انسان کو' جو سب سے بڑا حق لے کر آیا' ایسے گھٹیا مقام پر کھڑا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خود بیان نہ کیا ہوتا' تو ایک عقل مند شخص کو ان سے اس بات کو روایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی۔ اسی لئے ہود علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ انہیں پورا وثوق ہے کہ ان کی طرف سے یا ان کے معبودوں کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی' بنابریں فرمایا: ﴿اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا﴾ یعنی تم سب ہر ممکن طریقے سے مجھے نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کر لو ﴿ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ‘‘پھر مجھے کوئی مہلت بھی نہ دو۔’’

﴿اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ﴾ ‘‘میں نے اللہ پر توکل کیا۔’’ یعنی میں نے اپنے تمام معاملے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ ﴿رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ﴾ ‘‘جو میرا اور تمہارا رب ہے’’ یعنی وہ تمام موجودات کا خالق ہے' وہی ہے جو ہماری اور تمہاری تدبیر کرتا ہے اور وہی ہے جس نے ہماری تربیت کی ﴿مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا﴾ ‘‘جو چلنے پھرنے والا ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔’’ یعنی کوئی جاندار اس کے حکم کے بغیر حرکت کرتا ہے نہ ساکن ہوتا ہے۔ اگر تم سب مل کر مجھے کسی مصیبت میں مبتلا کرنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ تمہیں مجھ پر مسلط نہ کرے' تو تم اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتے اور اگر وہ تمہیں مجھ پر مسلط کر دے تو اس میں اس کی کوئی حکمت پنہاں ہے۔

﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ ‘‘بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے’’ یعنی میرا رب عدل و انصاف اور حکمت پر ہے وہ اپنی قضا و قدر' شرع و امر' جزا اور اپنے ثواب و عقاب میں قابل ستائش ہے اس کے افعال صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے نہیں جس کی وجہ سے اس کی حمد و ثنا کی جاتی ہے۔

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ‘‘پس اگر تم روگردانی کرو۔’’ یعنی اگر تم اس چیز سے منہ موڑو جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں ﴿فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَیْكُمْ﴾ ‘‘تو تحقیق میں پہنچا چکا تمہیں وہ پیغام جسے دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا’’ پس میرے ذمے تمہارے معاملے میں کوئی چیز باقی نہیں۔ ﴿وَیَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ﴾ ‘‘اور جانشین بنائے گا میرا رب' تمہارے علاوہ کسی اور قوم کو' جو اس کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ﴿وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْـًٔا﴾ 'اور تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکو گے' کیونکہ تمہارا ضرر تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔ اہل معاصی کی معصیت اسے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے نہ اہل اطاعت کی اطاعت اسے کوئی

فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا﴾ (حم السجدة: ٤٦/٤١) ”جو کوئی نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے اور جو کوئی برے کام کرتا ہے تو اس کا نقصان اسی کے لئے ہے۔“ ﴿اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ ”بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

﴿وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ”اور جب ہمارا حکم آ پہنچا۔“ یعنی جب نامبارک ہوا کی صورت میں ہمارا عذاب آیا۔ ﴿مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ﴾ (الذاریات: ٤٢/٥١) ”جس چیز پر بھی وہ چلتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی مانند ریزہ ریزہ کئے دیتی تھی۔“ ﴿نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ”تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود اور اس پر ایمان لانے والوں کو نجات دی اور ہم نے ان کو سخت عذاب سے بچالیا“ یعنی نہایت عظیم عذاب جسے اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر نازل فرمایا۔ اس عذاب نے ان کی یہ حالت کر دی کہ ان کے مساکن کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔

﴿وَتِلْكَ عَادٌ﴾ ”یہ قوم عاد تھی“ جن پر ان کے ظلم کی پاداش میں یہ عذاب نازل فرمایا' کیونکہ ﴿جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ”انہوں نے اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا“ اور کہنے لگے: ﴿مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ ”تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لے کر نہیں آئے“ پس اس سے واضح ہوا کہ ہود علیہ السلام کی دعوت کی صداقت کے بارے میں انہیں یقین تھا' انہوں نے محض عناد کی وجہ سے اس کا انکار کیا تھا۔ ﴿وَعَصَوْا رُسُلَهٗ﴾ ”اور انہوں نے اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔“ یعنی انہوں نے اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور جو کوئی کسی ایک رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ تمام رسولوں کی نافرمانی کرتا ہے' کیونکہ تمام انبیاء و رسل کی دعوت ایک ہے۔

﴿وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ﴾ ”اور انہوں نے حکم مانا ہر اس شخص کا جو سرکش تھا“ یعنی وہ شخص جو جبر و استبداد کے ذریعے سے اللہ کے بندوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ﴿عَنِيْدٍ﴾ ”سرکش“ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ عناد رکھتا ہے۔ انہوں نے ہر خیر خواہ اور مشفق کی نافرمانی کی اور ہر دھوکے باز کی پیروی کی جو ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے۔

﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ”اور پیچھے لگی رہی ان کے اس دنیا میں پھٹکار“ پس ہر وقت اور ہر زمانے میں ان کے کرتوتوں اور بری خبروں کا لوگ ذکر کرتے رہتے ہیں اور ایسی مذمت کے ساتھ ان کو یاد کرتے ہیں جو ان کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ ﴿وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ”اور قیامت کے روز بھی“ وہ ملعون ٹھہریں گے۔ ﴿اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾ ”خبردار! بے شک عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا“ انہوں نے اس ہستی کا انکار کر دیا جس نے ان کو پیدا کیا' ان کو رزق دیا اور ان کی تربیت کی ﴿اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ﴾ ”سنو! ہود کی قوم عاد کے لئے دوری ہو“ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو ہر بھلائی سے دور اور برائی سے قریب کر دیا۔

وقف لازم

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور (بھیجا ہم نے) طرف ثمود کی انکے بھائی صالح کو اس نے کہا' اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں واسطے تمہارے کوئی معبود

غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

سوائے اس کے، اسی نے پیدا کیا تمہیں زمین سے اور اسی نے آباد کیا تمہیں اس میں، سو تم مغفرت طلب کرو اس سے پھر توبہ کرو

اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ (۶۱) قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ

طرف اسی کی بلاشبہ میرا رب، بہت قریب ہے، (دعائیں) قبول کرنیوالا ہے ○ انہوں نے کہا، اے صالح! تحقیق تھا تو ہم میں امیدوں کا مرکز پہلے

هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

اس سے، کیا تو روکتا ہے ہمیں یہ کہ عبادت کریں ہم انکی جنکی عبادت کرتے تھے آباء ہمارے؟ اور بیشک ہم البتہ شک میں ہیں اس چیز سے کہ بلاتا ہے تو ہمیں

اِلَيْهِ مُرِيْبٍ (۶۲) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

طرف اسکی، جو اضطراب میں ڈالنے والا ہے ○ صالح نے کہا، اے میری قوم! بھلا بتلاؤ تو مجھے اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے

وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۣ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

اور دی ہو اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت، تو کون مدد کرے گا میری اللہ (کے عذاب) سے اگر نافرمانی کروں میں اسکی؟ پس نہیں زیادہ کرو گے تم مجھ کو

غَيْرَ تَخْسِيْرٍ (۶۳) وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

سوائے خسارہ دینے کے ○ اور اے میری قوم! یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی، پس تم چھوڑ دو اسے کہ کھاتی (چرتی) پھرے

فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (۶۴) فَعَقَرُوْهَا

زمین میں اللہ کی اور نہ ہاتھ لگانا تم اسے ساتھ برائی کے، پس پکڑے گا تمہیں عذاب قریب ہی ○ پس ٹانگیں کاٹ ڈالیں انہوں نے اس کی،

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (۶۵) فَلَمَّا

تو کہا صالح نے، تم فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن، یہ (ایسا) وعدہ ہے نہیں جھوٹ بولا گیا ہے (اس میں) ○ پھر جب

جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ

آ گیا حکم (عذاب) ہمارا تو نجات دی ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے ساتھ اسکے، ساتھ اپنی رحمت کے اور رسوائی سے بھی

يَوْمِىِٕذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (۶۶) وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اس (قیامت کے) دن کی، بیشک آپکا رب وہی ہے نہایت طاقتور، بہت زبردست ○ اور آ پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے،

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (۶۷) كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟

پس وہ ہو گئے اپنے گھروں میں اوندھے منہ گرے ہوئے ○ گویا کہ نہ رہے تھے وہ ان (گھروں) میں، آگاہ رہو! بیشک ثمود (قوم) نے

كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (۶۸) ع

انکار کیا اپنے رب کا، سن لو! دوری ہے واسطے ثمود کے ○

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ﴾ ’’اور ثمود کی طرف۔‘‘ یعنی ہم نے ثمود کی طرف مبعوث کیا۔ ثمود، عاد ثانیہ کے نام سے معروف ہیں جو وادی القریٰ اور الحجر کے علاقے میں آباد تھے۔ **﴿اَخَاهُمْ﴾** ’’ان کے بھائی۔‘‘ یعنی نسب میں ان کے بھائی

﴿صٰلِحًا﴾ ''صالح (علیہ السلام) کو'' جو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول تھا جوان کو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا تھا۔ ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''انہوں نے کہا' اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک مانو اور دین کو اس کے لیے خالص کرو۔ ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں'' نہ آسمان والوں میں سے اور نہ اہل زمین میں سے۔ ﴿هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''اسی (اللہ تعالیٰ) ہی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا'' ﴿وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا﴾ ''اور اس میں تمہیں بسایا'' یعنی تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا' تمہیں ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا' تمہیں زمین میں تمکن واقتدار عطا کیا' تم عمارتیں بناتے ہو' باغات لگاتے ہو اور کھیتیاں اگاتے ہو' جو چاہتے ہو کاشت کرتے ہو' اس سے منفعت حاصل کرتے ہو اور اسے اپنے مصالح اور مفاد میں استعمال کرتے ہو۔ جس طرح ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں اسی طرح اس کی عبادت میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ﴾ ''پس اسی سے مغفرت طلب کرو۔'' یعنی تم سے کفر' شرک اور دیگر جو گناہ صادر ہوئے ہیں ان کی بخشش طلب کرو اور ان گناہوں کو چھوڑ دو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ''پھر اس کے حضور توبہ کرو۔'' یعنی خالص توبہ اور انابت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو۔ ﴿اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ ''بے شک میرا رب نزدیک اور (دعا کو) قبول کرنے والا ہے۔'' یعنی وہ اس شخص کے قریب ہے جو اس کو سوال کرنے کے لیے پکارتا ہے یا عبادت کے لیے پکارتا ہے وہ اس کو اس کا سوال عطا کر کے اور اس کی دعا قبول کر کے اور اس پر جلیل ترین ثواب عطا کرتے ہوئے اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کی دو قسمیں ہیں۔ قرب عام اور قرب خاص۔ قرب عام سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے علم کے ذریعے سے اپنی تمام مخلوق کے قریب ہونا' قرب کی یہ نوع اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ (ق: ۱۶/۵۰) ''اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' میں مذکور ہے۔ قرب خاص سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں' اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں کے قریب ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (العلق: ۱۹/۹۶) ''سجدہ کر اور اس کا قرب حاصل کر۔'' میں قرب کی اسی نوع کا ذکر ہے۔

اس آیت کریمہ میں نیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ﴾ (البقرہ: ۱۸۶/۲) ''جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں (تو ان سے کہہ دیں) کہ میں ان کے قریب ہوں اور پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔'' میں اس قرب کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم' ان کی دعاؤں کو قبول کرنے اور ان کی مرادیں پوری کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ بنا بریں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ (اَلْقَرِيْب) اور (اَلْمُجِيْب) کو مقرون (ساتھ ساتھ) بیان کیا ہے۔

جب ان کے نبی صالح علیہ السلام نے ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی ترغیب دی' تو انہوں نے آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور آپ سے انتہائی برے طریقے سے پیش آئے ﴿قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ﴾ ''انہوں نے کہا صالح! اس سے پہلے ہم تجھ سے امیدیں رکھتے تھے۔'' یعنی ہم نے تجھ سے امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اور تجھ سے عقل مندی اور نفع کی توقع تھی۔ یہ ان کی طرف سے ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کے حق میں ایک گواہی ہے کہ وہ مکارم اخلاق اور محاسن عادات میں معروف تھے اور وہ اپنی قوم میں بہترین شخص گردانے جاتے تھے۔ مگر جب وہ یہ دعوت توحید لے کر آئے جو ان کی فاسد خواہشات کے موافق نہ تھی تب انہوں نے یہ بات کہی جس کے مضمون کا لب لباب یہ ہے۔ ''تو کامل شخصیت کا حامل تھا مگر تو ہمارے ظن و گمان کے بالکل خلاف نکلا اور اب تیری حالت ایسی ہے کہ تجھ سے کسی بھلائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔''

صالح علیہ السلام کا گناہ صرف وہی تھا جو وہ آپ کے بارے میں کہا کرتے تھے: ﴿اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ ''کیا تو ہمیں اس بات سے روکتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے'' اور وہ سمجھتے تھے کہ صالح علیہ السلام میں سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ کیسے وہ ان کی عقل کی خامی بیان کرتے ہیں؟ اور کیسے وہ ان کے گمراہ آباء واجداد کو بے عقل کہتے ہیں؟ اور کیسے وہ ان کو ان ہستیوں کی عبادت سے روکتے ہیں جو ان کو کوئی فائدہ دے سکتی ہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور پتھر اور لکڑی کے گھڑے ہوئے یہ معبود کسی کام نہیں آ سکتے؟ صالح علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ دین کو اپنے رب' اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں جو انہیں اپنی نعمتوں سے پیہم نوازتا رہتا ہے۔ اس کے دائمی احسانات کا ابر رحمت ان پر برستا رہتا ہے۔ ہر نعمت جو انہیں حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور برائیوں کو ان سے وہی دور کرتا ہے۔

﴿وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ ''تو ہمیں جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے اس بارے میں ہم ہمیشہ شک میں مبتلا رہتے ہیں''۔ یہ شک ہمارے دلوں میں شبہات کو جنم دیتا ہے۔ بزعم خود' اگر وہ صالح علیہ السلام کی دعوت کو صحیح سمجھتے تو وہ ضرور ان کی اتباع کرتے۔ وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔ بناء بریں صالح علیہ السلام نے ان کے جھوٹ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ﴾ ''اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں ہی اپنے رب کی طرف سے کھلی دلیل پر ہوں۔'' یعنی میں اپنے رب کی طرف سے برہان اور اپنے یقین پر ہوں۔ ﴿وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً﴾ ''اور اس نے دی مجھے رحمت' اپنی طرف سے'' اس نے اپنی رسالت اور وحی سے مجھے نوازا۔ تب بھی کیا تم جس چیز کی طرف مجھے بلاتے ہو اور جس پر تم عمل پیرا ہو' میں اس میں تمہاری پیروی کروں؟ ﴿فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ﴾ ''پھر کون بچائے گا مجھ کو اس سے' اگر میں نے اس کی نافرمانی کی۔ پس تم میرے نقصان ہی میں اضافہ کرتے ہو'' یعنی تم خسارے

ہلاکت اور ضرر کے سوا میرے لئے کسی چیز کا اضافہ نہیں کرو گے۔ ﴿وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ ''اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے نشانی'' کنویں سے ایک دن صرف اونٹنی پانی پیے گی، پھر تمام لوگ اس کے تھنوں سے دودھ پئیں گے اور ایک دن ان کے پانی پینے کے لیے مقرر ہوگا۔ ﴿فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ﴾ ''پس تم اسے چھوڑ دو، وہ کھائے پھرے اللہ کی زمین میں'' یعنی تم پر اونٹنی کے چارہ وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ﴾ ''اور تم اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ دینا۔'' یعنی اس کو قتل کرنے کی نیت سے مت چھونا ﴿فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ ''ورنہ تمہیں بہت جلد عذاب آ پکڑے گا۔'' ﴿فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ﴾ ''پس انہوں نے اس کے پاؤں کاٹ دیئے، تو کہا'' یعنی جناب صالح علیہ السلام نے ﴿تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ﴾ ''تم اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھاؤ، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہیں ہوگا'' بلکہ یہ ضرور واقع ہو کر رہے گا۔

﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا﴾ ''پس جب ہمارا حکم آ گیا۔'' یعنی وقوع عذاب کا ﴿نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِىِٕذٍ﴾ ''تو ہم نے صالح اور اس پر ایمان لانے والوں کو نجات دی، اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے'' یعنی ہم نے ان کو عذاب، رسوائی اور فضیحت سے بچا لیا۔ ﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ﴾ ''بیشک آپ کا رب زور آور غالب ہے'' یہ اس کی قوت اور غلبے کی دلیل ہے کہ اس نے سرکش قوموں کو ہلاک کر دیا اور انبیاء و مرسلین اور ان کے متبعین کو بچا لیا۔

﴿وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ﴾ ''اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا۔'' یعنی ایک چنگھاڑ کی صورت میں عذاب نے ان ظالموں کو دھر لیا اور ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ﴿فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ﴾ ''وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔'' یعنی اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے رہ گئے۔ ﴿كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا﴾ گویا کہ...... جب ان پر عذاب آیا...... وہ اپنی بستیوں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، وہ ان بستیوں میں کبھی آباد ہوئے تھے نہ انہوں نے ان بستیوں میں ایک دن بھی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھایا تھا۔ نعمتیں ان سے دور ہو گئیں اور سرمدی عذاب نے ان کو آن لیا، وہ عذاب جو منقطع نہیں ہوگا اور وہ جو ہمیشہ رہے گا۔ ﴿اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ﴾ ''سن لو بے شک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا'' یعنی ان کے پاس نمایاں نشان آ جانے کے بعد بھی انہوں نے اللہ کا انکار کیا۔ ﴿اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ﴾ ''سنو! دوری ہے ثمود کے لیے'' پس کتنے بد بخت اور کس قدر ذلیل تھے ثمود! ہم دنیا کے عذاب اور اس کی رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا

اور البتہ تحقیق آئے قاصد ہمارے (فرشتے) ابراہیم کے پاس ساتھ خوشخبری کے انہوں نے کہا سلام (کرتے ہیں ہم) ابراہیم نے بھی کہا سلام ہو (تم پر) پھر نہ

لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ
دیر کی اس نے کہ لے آیا بچھڑا بھنا ہوا ○ پس جب دیکھے ابراہیم نے ہاتھ انکے کہ نہیں پہنچتے طرف اس (بچھڑے) کی تو اوپرا جانا انہیں

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ
اور (دل میں) محسوس کیا ان سے خوف انہوں نے کہا، نہ ڈر (ہم سے) بلاشبہ ہم تو بھیجے گئے ہیں طرف قوم لوط کی ○ اور بیوی ابراہیم کی

قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ
کھڑی تھی تو وہ ہنس پڑی، پھر خوش خبری دی ہم نے اسے اسحٰق کی اور بعد اسحٰق کے یعقوب (پوتے) کی ○ اس نے کہا،

يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾
ہائے ہائے! کیا (اب) میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بھی بوڑھا ہے؟ بیشک یہ تو البتہ ایک چیز ہے عجیب ہی ○

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ
فرشتوں نے کہا، کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر، اے اہل بیت! بلاشبہ اللہ

حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿٧٣﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى
قابل تعریف ہے، نہایت بزرگی والا ○ پس جب چلا گیا ابراہیم سے خوف اور آ گئی اس کے پاس خوش خبری

يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٤﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿٧٥﴾ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ
تو وہ جھگڑتا تھا ہم سے قوم لوط کے بارے میں ○ بلاشبہ ابراہیم البتہ بڑا بردبار، بہت آہ وزاری کرنیوالا، رجوع کرنیوالا تھا ○ اے ابراہیم!

اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ
اعراض کر اس بات سے، بے شک تحقیق آ گیا ہے حکم تیرے رب کا، اور بلاشبہ وہ لوگ، آئے گا ان پر (ایسا) عذاب جو نہیں

مَرْدُوْدٍ ﴿٧٦﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا
پھیرا جائے گا (ان سے) ○ اور جب آئے قاصد ہمارے لوط کے پاس تو مغموم ہوا وہ بوجہ انکے اور تنگ ہوا بوجہ انکے دل میں،

وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿٧٧﴾ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا
اور کہا یہ دن ہے انتہائی سخت ○ اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی ہوئی اس کی طرف، اور پہلے ہی سے تھے وہ

يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
عمل کرتے برے، لوط نے کہا، اے میری قوم! یہ ہیں بیٹیاں میری (قوم کی ان سے نکاح کرلو)، وہ بہت پاکیزہ ہیں تمہارے لیے، پس ڈرو تم اللہ سے

وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿٧٨﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا
اور نہ رسوا کرو مجھے میرے مہمانوں میں، کیا نہیں ہے تم میں کوئی بھی مرد بھلا؟ ○ انہوں نے کہا، البتہ تحقیق جانتا ہے تو کہ نہیں ہمارے لیے

فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿٧٩﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً
تیری (قوم کی) بیٹیوں میں کوئی حق (دلچسپی) اور بلاشبہ تو البتہ جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں ○ لوط نے کہا، کاش کہ ہوتی میرے لیے تمہارے مقابلے میں کوئی قوت

اَوْ اٰوِيْۤ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ

یا پناہ پکڑتا میں طرف کسی مضبوط سہارے کے ○ فرشتوں نے کہا، اے لوط! بیشک ہم قاصد ہیں تیرے رب کے، ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے وہ تیری طرف،

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ

پس لے چل تو اپنے گھر والوں کو ایک حصے میں رات کے، اور نہ پیچھے مڑ کر دیکھے تم میں سے کوئی بھی سوائے تیری بیوی کے،

اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿٨١﴾

بیشک پہنچنے والا ہے اسے وہ (عذاب) جو پہنچے گا انہیں، بیشک ان کے وعدے کا وقت صبح ہے، کیا نہیں ہے صبح قریب؟ ○

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۬ مَّنْضُوْدٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٣﴾

پس جب آ گیا حکم (عذاب) ہمارا تو کر دیا ہم نے انکے اوپر والے حصے کو نیچے (اور نیچے والے حصے کو اوپر) اور برسائے ہم نے ان بستیوں پر پتھر کھنگر کی قسم سے،

تہ بہ تہ ○ نشان زدہ آپ کے رب کے ہاں (سے) اور نہیں وہ بستی ان ظالموں سے دور ○

ربع
النصف

﴿وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ﴾ ''تحقیق آئے ہمارے مکرم فرشتے'' ہمارے قاصد ﴿اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس'' ﴿بِالْبُشْرٰى﴾ ''بشارت کے ساتھ۔'' یعنی بیٹے کی بشارت کے ساتھ۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کو قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر جائیں اور ان کو اسحٰق علیہ السلام کی خوشخبری دیتے جائیں، تو جب فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے ﴿قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ﴾ ''تو انہوں نے سلام کیا، انہوں نے بھی (جواب میں) سلام کہا۔'' یعنی فرشتوں نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا اور ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اس آیت مقدسہ میں سلام کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ملت ابراہیمی میں کلام کرنے سے پہلے سلام کا طریقہ ہمیشہ سے رہا ہے اور مناسب یہ ہے کہ سلام کا جواب سلام کرنے سے زیادہ بلیغ ہو، کیونکہ ان کا سلام جملہ فعلیہ کے ذریعے سے تجدد پر دلالت کرتا ہے اور جملہ اسمیہ کے ذریعے سے ان کے سلام کا جواب ثبات اور استمرار پر دلالت کرتا ہے، دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے جیسا کہ عربی زبان کے علم میں معروف ہے۔

﴿فَمَا لَبِثَ﴾ ''انہوں نے کچھ تاخیر نہ کی۔'' یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے تاخیر نہ کی ﴿اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ﴾ ''اور ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔'' یعنی وہ جلدی سے اپنے گھر گئے اور اپنے مہمانوں کے لیے ایک موٹا تازہ اور گرم پتھر پر بھنا ہوا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے پیش کیا اور بولے: ﴿اَلَا تَاْكُلُوْنَ﴾ (الذاریات: ۲۷/۵۱) ''تم کھاتے کیوں نہیں؟'' ﴿فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ﴾ ''جب انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (ضیافت) کی طرف نہیں بڑھتے'' ﴿نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ

﴿خِيْفَةً﴾ ''تو انہیں کھٹکا لگا اور دل میں ان سے ڈرے'' ابراہیم علیہ السلام نے سمجھا کہ وہ کسی برے ارادے سے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ گمان اور اندازہ ان کی اصلیت معلوم ہونے سے پہلے تھا' ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ﴾ ''انہوں نے کہا' ڈریں نہیں' ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے قاصد اور فرشتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

﴿وَامْرَاَتُهٗ﴾ ''اور اس کی بیوی'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ﴿قَآئِمَةٌ﴾ ''کھڑی تھی۔'' یعنی کھڑی اپنے مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی ﴿فَضَحِكَتْ﴾ ''وہ ہنس پڑی'' جب اس کو مہمانوں کی اصلیت کے بارے میں معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں کس غرض سے بھیجا گیا ہے تو وہ تعجب سے ہنس پڑی ﴿فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ ''پس ہم نے اسے خوش خبری دی اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی'' اسے اس پر بھی تعجب ہوا۔ ﴿قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا﴾ ''وہ بولیں' کیا میں جنوں گی جب کہ میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند (بھی) بوڑھا ہے'' پس یہ دو امور (بظاہر) مانع ہیں ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ﴾ ''یہ تو بڑی ہی عجیب بات ہے۔''

﴿قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''انہوں نے کہا' کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں کوئی تعجب نہیں' اس لئے کہ اس کی مشیت تامہ ہر شے میں نافذ ہے اس کی قدرت کو سامنے رکھتے ہوئے کسی چیز کو انہونی اور نادر نہ سمجھا جائے خاص طور پر اس مبارک گھر والوں کے اس معاملے میں جس کی تدبیر اللہ تعالیٰ کر رہا ہے۔ ﴿رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ﴾ ''اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت' اس کا احسان اور اس کی برکات ہیں' یعنی احسان اور بھلائی میں اضافہ اور خیر الٰہی کا نزول ہمیشہ رہے گا ﴿عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ ''تم پر اے گھر والو! بے شک وہ تعریف کیا گیا' بزرگی والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ صفات حمیدہ کا مالک ہے' اس کی تمام صفات' صفات کمال ہیں۔ اس کے تمام افعال قابل تعریف ہیں' کیونکہ اس کے تمام افعال احسان' جود' بھلائی' حکمت اور عدل و انصاف پر مبنی ہیں۔ (مَجِید) اور (مَجد) سے مراد اس کی صفات کی عظمت اور وسعت ہے وہ صفات کمال کا مالک ہے' اس کی ہر صفت کامل' تام اور عام ہے۔

﴿فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ﴾ ''جب ابراہیم سے خوف دور ہوا'' جو مہمانوں کی آمد پر انہیں لاحق ہوا تھا۔ ﴿وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى﴾ ''اور (بیٹے کی) خوشخبری ملی'' تب وہ قوم لوط کی ہلاکت کے بارے میں فرشتوں سے جھگڑنے لگے اور ان سے کہنے لگے: ﴿اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ﴾ (العنکبوت: ۳۲،۲۹) ''کہ اس بستی میں تو لوط بھی ہیں فرشتوں نے کہا جو لوگ وہاں رہتے ہیں ہم انہیں زیادہ جانتے ہیں' ہم لوط کو اور ان کے گھر والوں کو بچا لیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔''

﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ﴾ ”بے شک ابراہیم بڑے بردبار تھے۔“ یعنی ابراہیم علیہ السلام اچھے اخلاق والے اور کشادہ دل شخص تھے اور جاہلوں کی جہالت پر غیظ وغضب کا شکار نہیں ہوتے تھے۔ ﴿اَوَّاهٌ﴾ ”نرم دل تھے“ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتے رہتے تھے۔ ﴿مُّنِيْبٌ﴾ ”رجوع کرنے والے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت‘ اس کی محبت‘ اس کی طرف توجہ کے ساتھ اور ہر ماسوا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اسی لئے وہ ان لوگوں کی طرف سے جھگڑ رہے تھے جن کی ہلاکت کا اللہ تعالیٰ نے حتمی فیصلہ کر دیا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا: ﴿يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ ”اے ابراہیم اس سے اعراض کریے“ یعنی اس جھگڑے کو چھوڑ یئے۔ ﴿اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ”تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے۔“ یعنی ان کی ہلاکت کا حکم ہو چکا ہے ﴿وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ ”اور ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے‘ جو لوٹا یا نہیں جائے گا“ اس لئے تمہارے جھگڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ ﴿وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا﴾ ”اور جب ہمارے فرشتے آئے۔“ یعنی جب وہ فرشتے آئے جو جناب ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہوئے تھے۔ ﴿لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ﴾ ”لوط ”لوط علیہ السلام کے پاس‘ تو ان کا آنا ان پر بہت شاق گزرا“۔ ﴿وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ﴾ ”اور تنگ ہوئے دل میں اور بولے آج کا دن بڑا سخت ہے“ یعنی بہت حرج والا دن ہے‘ کیونکہ لوط علیہ السلام کو علم تھا کہ ان کی قوم ان کو نہیں چھوڑے گی چونکہ وہ انتہائی حسین وجمیل‘ نوجوان‘ بے ریش لڑکوں کی صورت میں آئے تھے‘ اس لئے ان کے بارے میں ان کے دل میں یہ خیال گزرا تھا۔

﴿وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ﴾ ”اور ان کی قوم کے لوگ ان کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔“ یعنی ان کی قوم کے لوگ بھاگے بھاگے آئے وہ لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے تھے جیسے وہ پہلے سے کرتے آئے ہیں‘ جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ”اور یہ لوگ پہلے ہی سے فعل شنیع (بدکاری) کیا کرتے تھے۔“ یعنی ایسی بدکاری جو اس سے پہلے دنیا میں کسی نے نہ کی تھی۔

﴿قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ﴾ ”انہوں نے کہا‘ اے میری قوم! یہ جو میری لڑکیاں ہیں تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہیں۔“ یعنی میری یہ بیٹیاں تمہارے لئے میرے مہمانوں سے زیادہ پاک ہیں۔ جناب لوط علیہ السلام کا یہ قول اسی طرح ہے۔ جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے تحقیق حق کی خاطر ان دونوں عورتوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ متنازع فیہ بچے کو دو ٹکڑوں میں برابر کاٹ کر دونوں میں تقسیم کر دیا جائے‘ کیونکہ انہیں علم تھا کہ ان کی بیٹیاں ان کا مقصد نہ تھیں اور نہ ان میں ان کا کوئی حق تھا۔ اس سے جناب لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا مقصد اس بڑی بدکاری کو روکنا تھا۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے بارے میں مجھے رسوا نہ کرو۔“ یعنی یا تو تم اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی رعایت رکھو یا تم میرے مہمانوں کے

بارے میں میرا لحاظ رکھو اور مجھے ان کے سامنے رسوا نہ کرو۔ ﴿ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴾ ''کیا تم میں کوئی ایک آدمی بھی سمجھ دار نہیں ہے'' جو تمہیں روکے اور تمہیں زجر و توبیخ کرے۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ وہ لوگ بھلائی اور مروت سے بالکل خالی تھے۔

﴿ قَالُوْا ﴾ انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴾ ''تو تو جانتا ہے ہمیں تیری بیٹیوں سے کوئی غرض نہیں' اور تو جانتا ہے جو ہم چاہتے ہیں'' یعنی ہم صرف مردوں کے ساتھ بدکاری کرنا چاہتے ہیں اور عورتوں میں ہمیں کوئی رغبت نہیں۔ پس لوط علیہ السلام کو شدید قلق ہوا ﴿ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴾ ''انہوں نے کہا' کاش میرے پاس تمہارے مقابلے میں قوت ہوتی یا میں کسی مستحکم پناہ میں جا بیٹھتا'' مثلاً کوئی قبیلہ ہوتا جو تمہاری دست درازیوں کو روکتا۔ یہ بات انہوں نے اسباب محسوسہ کی بنا پر کہی تھی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ لوط علیہ السلام سب سے زیادہ' مضبوط سہارے' یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں تھے۔ جس کی قوت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے جب ان کے معاملے کی انتہا ہو گئی اور کرب شدید ہو گیا تو ﴿ قَالُوْا ﴾ فرشتوں نے لوط علیہ السلام سے کہا: ﴿ يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ ﴾ ''اے لوط! ہم تیرے رب کے فرشتے ہیں۔'' یعنی فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو اپنی اصلیت کے بارے میں آگاہ کیا' تا کہ انہیں اطمینان قلب حاصل ہو۔ ﴿ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ ﴾ ''یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنا پر ہلایا اور ان کو اندھا کر دیا اور وہ لوط علیہ السلام کو صبح آنے کی دھمکی دیتے ہوئے چلے گئے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ وہ اپنے گھر والوں کو لے کر راتوں رات نکل جائیں ﴿ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ ﴾ ''رات کے کسی حصہ میں'' یعنی طلوع صبح سے بہت پہلے رات کے کسی حصے میں' تا کہ وہ صبح ہوتے بستی سے بہت دور نکل جائیں۔ ﴿ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ﴾ ''اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔'' یعنی بستی سے نکلنے میں جلدی کریں تمہارا مقصد عذاب سے بچنا ہونا چاہئے' لہٰذا پیچھے مڑ کر مت دیکھنا۔ ﴿ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا ﴾ ''بجز تیری بیوی کے' اسے عذاب اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔'' ﴿ مَآ اَصَابَهُمْ ﴾ ''وہی (عذاب) جو ان پر آئے گا۔'' کیونکہ یہ عورت بھی اپنی قوم کے گناہ میں برابر کی شریک تھی۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کے پاس مہمان آتے تو یہ ان کی آمد کے بارے میں کفار کو اطلاع دیا کرتی تھی۔ ﴿ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ﴾ ''ان کے وعدے کا وقت صبح ہے۔'' یعنی ان پر عذاب نازل کرنے کے لیے صبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے۔ گویا لوط علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ان پر بہت جلد عذاب نازل ہو جائے' چنانچہ ان سے کہا گیا: ﴿ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴾ ''کیا صبح قریب نہیں؟'' ﴿ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ''تو جب ہمارا حکم آیا۔'' یعنی جب ان پر نزول عذاب کا وقت آ پہنچا ﴿ جَعَلْنَا ﴾ ''کر دیا ہم نے۔'' ان کی بستیوں کو ﴿ عَالِيَهَا سَافِلَهَا ﴾ ''اوپر نیچے'' یعنی ہم نے تلپٹ کر دیا ﴿ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴾ ''اور برسائے ان پر پتھر کھنگر کے'' یعنی سخت حرارت

والی آگ میں پکے ہوئے پتھر ان پر برسائے گئے۔ ﴿مَّنْضُوْدٍ﴾ ''تہ بہ تہ'' یعنی ان پر تابڑ توڑ پتھر برسائے گئے جو بستی سے بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے تھے۔ ﴿مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس'' یعنی ان پر عذاب اور غضب کی علامت لگی ہوئی تھی ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ﴾ ''اور وہ (بستی ان) ظالموں سے کچھ دور نہیں۔'' یعنی جو لوگ قوم لوط کے فعل کی مشابہت کرتے ہیں یہ بستی ان سے کچھ دور نہیں۔ پس بندوں کو ان جیسے کام کرنے سے بچنا چاہیے' تا کہ ان پر بھی وہ عذاب نازل نہ ہو جائے جو ان پر نازل ہوا تھا۔

وَاِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

اور (بھیجا ہم نے) طرف (اہل) مدین کی ان کے بھائی شعیب کو، اس نے کہا، اے میری قوم! تم عبادت کرو اللہ کی نہیں واسطے تمہارے کوئی معبود

غَيْرُهٗ ؕ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

سوائے اس کے، اور نہ کم کرو تم ماپ اور تول کو، بے شک میں دیکھتا ہوں تمہیں آسودگی میں' اور بے شک میں ڈرتا ہوں تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ (۸۴) وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا

عذاب سے ایک گھیرنے والے دن کے ○ اور اے میری قوم! پورا کرو تم ماپ اور تول کو ساتھ انصاف کے، اور مت کم دو تم

النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (۸۵) بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

لوگوں کو چیزیں ان کی، اور نہ پھرو تم زمین میں فسادی بن کر ○ بچت اللہ کی (جائز نفع) بہت بہتر ہے تمہارے لیے اگر

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ۬ وَمَاۤ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ (۸۶) قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ

ہو تم مومن، اور نہیں ہوں میں تم پر محافظ ○ انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا تیری نماز حکم دیتی ہے تجھے

اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ

یہ کہ ہم چھوڑ دیں ان (معبودوں) کو جنکی عبادت کرتے تھے باپ دادا ہمارے؟ یا (چھوڑ دیں ہم) کرنا اپنے مالوں میں جو ہم چاہیں، بلاشبہ تو البتہ

الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ (۸۷) قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰی بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ

بہت بردبار، بڑا سمجھدار ہے ○ شعیب نے کہا، اے میری قوم! بھلا بتلاؤ! (میں کیسے نافرمان بنوں؟) اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے

وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰی مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ

اور دیا ہو اس نے مجھے اپنی طرف سے رزق اچھا اور نہیں چاہتا میں کہ مخالفت کروں تمہاری طرف ان کاموں کے کہ روکتا ہوں میں تمہیں ان سے

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

نہیں چاہتا میں مگر اصلاح (تمہاری) جس قدر استطاعت رکھتا ہوں میں، اور نہیں توفیق مجھے مگر ساتھ اللہ (کی مدد) کے، اسی پر توکل کیا میں نے

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ (۸۸) وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ

اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں ○ اور اے میری قوم! نہ باعث بنے تمہارے لئے میری مخالفت (اس بات کی) کہ پہنچے تمہیں مانند اس عذاب کے جو پہنچا

قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا

قوم نوح کو اور قوم ہود کو اور قوم صالح کو اور نہیں قوم لوط تم سے کچھ دور ○ اور تم مغفرت طلب کرو

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا

اپنے رب سے پھر توبہ کرو اسی کی طرف، بلاشبہ میرا رب بڑا رحم والا نہایت محبت کرنیوالا ہے ○ انہوں نے کہا اے شعیب انہیں سمجھتے ہم بہت کچھ

مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ

اس میں سے جو تو کہتا ہے، اور بیشک ہم البتہ دیکھتے ہیں تجھے درمیان اپنے ضعیف، اور اگر نہ ہوتا قبیلہ تیرا تو یقیناً سنگسار کر دیتے ہم تجھے، اور نہیں ہے تو

عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ

ہم پر کچھ غالب ○ شعیب نے کہا، اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ زیادہ دباؤ والا ہے تم پر اللہ سے؟ اور کر دیا تم نے اللہ کو پیچھے ڈالا ہوا

ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ

اپنی پیٹھوں کے، بیشک میرا رب ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو گھیر نے والا ہے ○ اور اے میری قوم! تم عمل کرو اوپر اپنی جگہ کے، بلاشبہ میں بھی

عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ

عمل کر رہا ہوں عنقریب تم جان لوگے کہ کون شخص ہے کہ آتا ہے اس پر (ایسا) عذاب جو رسوا کرے گا اسے؟ اور کون ہے کہ وہ جھوٹا ہے؟

وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور تم انتظار کرو، بیشک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ○ اور جب آیا حکم (عذاب) ہمارا تو نجات دی ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے

مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ

ساتھ اس کے، ساتھ اپنی رحمت کے، اور آ پکڑا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا تھا چیخ نے، پس وہ ہو گئے اپنے گھروں میں

جٰثِمِيْنَ ۙ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ○ گویا کہ وہ نہ رہے تھے ان میں، آگاہ رہو! دوری ہے (اہل) مدین کیلئے جیسے (رحمت سے) دور ہوئے تھے ثمود ○

﴿وَ اِلٰى مَدْيَنَ﴾ ''اور مدین کی طرف بھیجا'' مدین ایک معروف قبیلہ تھا جو فلسطین کے زیریں علاقے مدین میں آباد تھا۔ ﴿اَخَاهُمْ﴾ یعنی نسب میں ان کے بھائی ﴿شُعَيْبًا﴾ ''شعیب (علیہ السلام) کو۔'' گویا وہ جناب شعیب علیہ السلام کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان سے ان کے لئے کچھ حاصل کرنا ممکن تھا۔ ﴿قَالَ﴾ شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ ''اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔'' یعنی اس کے لیے عبودیت کو خالص کرو...... کیونکہ وہ لوگ شرک میں مبتلا تھے۔ شرک کرنے کے ساتھ ساتھ ناپ تول میں بھی کمی کرتے تھے' اس لئے شعیب علیہ السلام نے ان کو ناپ تول میں کمی کرنے سے منع کیا۔ ﴿وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ﴾ ''اور نہ کم کرو ماپ اور تول کو'' بلکہ ناپ تول کو انصاف کے

ساتھ پورا کرو۔ ﴿اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ﴾ ’’میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں۔‘‘ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ تم بے شمار نعمتوں، صحت اور کثرت مال و اولاد سے بہرہ مند ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے اس پر اس کا شکر کرو اور کفران نعمت نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے یہ نعمتیں واپس لے لے ﴿وَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ﴾ ’’اور میں ڈرتا ہوں تم پر گھیر لینے والے دن کے عذاب سے‘‘ یعنی ایسا عذاب جو تمہیں گھیر لے گا اور تم میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

﴿وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ﴾ ’’اے میری قوم! پورا کرو ماپ اور تول کو انصاف کے ساتھ‘‘ یعنی عدل و انصاف کے ساتھ، جو تم چاہتے ہو کہ تمہیں بھی اسی طرح دیا جائے۔ ﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ﴾ ’’اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔‘‘ یعنی لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور ناپ اور تول میں کمی کر کے لوگوں کی چیزیں چوری نہ کرو۔ ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ﴾ ’’اور زمین میں فساد مت مچاؤ‘‘ کیونکہ گناہوں پر اصرار، ادیان و عقائد اور دین و دنیا کو خراب اور کھیتیوں اور نسلوں کو تباہ کر دیتا ہے۔

﴿بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ ’’جو بچ رہے اللہ کا دیا، وہ تمہارے لئے بہتر ہے‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو بھلائی باقی رکھی ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے، پس ایسے معاملے کی طمع نہ کرو جس سے تم مستغنی ہو اور وہ تمہارے لئے بہت نقصان دہ ہے۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ’’اگر تم مومن ہو‘‘ پس اپنے ایمان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرو۔ ﴿وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ﴾ ’’اور میں تم پر نگران نہیں ہوں۔‘‘ یعنی میں تمہارے اعمال کا محافظ اور ان پر نگران نہیں ہوں۔ تمہارے اعمال کا نگران تو اللہ تعالیٰ ہے میں تو تمہیں وہ پیغام پہنچا دیتا ہوں جو میری طرف بھیجا جاتا ہے۔ ﴿قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ﴾ ’’انہوں نے کہا، اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے‘‘ یہ بات انہوں نے اپنے نبی سے تمسخر کرتے ہوئے اور ان کی دعوت کے قبول کرنے کو بعید سمجھتے ہوئے کہی تھی۔ ان کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ تو ہمیں ان باتوں سے صرف اس لئے منع کرتا ہے کہ تو نماز پڑھتا ہے اور اللہ کی عبادت کرتا ہے اگر یہ معاملہ ہے، تو کیا ہم ان معبودوں کی عبادت، جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، محض تیرے قول پر چھوڑ دیں، جس پر کوئی دلیل نہیں؟ سوائے اس کے کہ وہ تیری خواہش کے موافق ہے۔ پس ہم اپنے عقل مند آباواجداد کو چھوڑ کر تیری اتباع کیسے کر سکتے ہیں؟

اسی طرح تمہارا ہمیں یہ کہنا ﴿اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا﴾ ’’یا چھوڑ دیں ہم کرنا اپنے مالوں میں جو چاہیں‘‘ یعنی تو جو کہتا ہے کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے موافق تصرف نہ کریں، بلکہ اللہ کے حکم کے مطابق ماپ اور تول کو پورا کریں اور مال میں جو حقوق واجبہ ہیں، انہیں ادا کریں۔ ہم ایسا نہیں کریں گے، بلکہ ہم اپنے اموال کے

بارے میں جو چاہیں گے کرتے رہیں گے' کیونکہ یہ ہمارے اموال ہیں ان میں تصرف کا تمہیں کوئی حق نہیں۔ بنابریں انہوں نے ازراہ تمسخر کہا! ﴿إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾ ''تو تو بڑا بردبار اور راست باز ہے۔'' یعنی تو تو وہ شخص ہے کہ حلم و وقار تیرا اخلاق ہے' رشد و ہدایت تیری عادت ہے' رشد و ہدایت کے سوا تجھ سے کچھ صادر نہیں ہوتا' تو رشد و ہدایت کے سوا کسی چیز کا حکم نہیں دیتا اور تو گمراہی کے سوا کسی چیز سے نہیں روکتا...... یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے۔ ان کے کہنے کا مقصد درحقیقت یہ تھا کہ شعیب علیہ السلام اس سے برعکس حماقت اور گمراہی کے اوصاف سے متصف ہیں...... اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم تو حلیم و رشید ہو اور ہمارے آباء و اجداد احمق اور گمراہ؟ اور یہ قول جس کی انہوں نے تمسخر اور استہزاء کے طریقے سے تخریج کر کے معاملے کو شعیب علیہ السلام کے قول کے برعکس ثابت کرنے کی کوشش کی ہے...... ایسے نہیں جیسے وہ سمجھتے ہیں۔ بلکہ معاملہ وہی ہے جو وہ کہتے ہیں۔ بے شک شعیب علیہ السلام کی نماز انہیں حکم دیتی ہے کہ وہ انہیں ان باطل معبودوں کی عبادت سے روکیں جن کی عبادت ان کے گمراہ آباء و اجداد کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم اپنے اموال میں ویسے ہی تصرف کریں گے جیسے ہم چاہیں گے...... کیونکہ نماز خود فواحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور غیر اللہ کی عبادت سے بڑھ کر کون سا کام برا اور فحش ہے اور اس شخص سے بڑھ کر کون فحش کاموں کا ارتکاب کرتا ہے جو اللہ کے بندوں کو ان کے حقوق سے محروم کرتا ہے یا ناپ تول میں کمی کر کے ان کے مال کو چرا لیتا ہے اور شعیب علیہ السلام کا وصف تو حلم و رشد ہے۔

﴿قَالَ﴾ جناب شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿يَٰقَوْمِ أَرَءَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي﴾ ''اے میری قوم! بھلا بتلاؤ' اگر ہوں میں اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے'' یعنی خواہ مجھے اس وحی کی صحت پر یقین اور اطمینان ہو ﴿وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا﴾ ''اور اس نے روزی دی مجھ کو اچھی روزی'' یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے رزق کی مختلف اصناف عطا کر رکھی ہیں ﴿وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ﴾ ''اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد میں خود وہ کام کروں جس سے میں تمہیں روکتا ہوں'' پس میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں تو ناپ تول میں کمی سے منع کروں اور خود اس برائی کا ارتکاب کرتا رہوں اور اس بارے میں تہمت اٹھاتا رہوں' بلکہ اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ میں جس کام سے تمہیں روکتا ہوں اس کو سب سے پہلے خود ترک کرتا ہوں۔

﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ﴾ ''میں تو اصلاح کرنی چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے'' یعنی اس کے سوا میرا کوئی مقصد نہیں کہ تمہارے احوال کی اصلاح ہو اور تمہارے منافع درست ہوں اور اپنی ذات کے لئے کچھ حاصل کرنا میرا مقصد نہیں۔ حسب استطاعت میں کام کرتا ہوں اور چونکہ اس میں ایک قسم کے تزکیہ نفس کا دعویٰ ہے اس لئے اس قول کے ذریعے سے اس کو دور کیا ﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ﴾ ''اور سب صرف اللہ کی توفیق سے ہے'' یعنی بھلائی کے کام کرنے اور شر سے بچنے کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ اس میں

میری قوت واختیار کا کوئی دخل نہیں۔ ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ ’’میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔‘‘ یعنی میں اپنے تمام معاملات میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کے کافی ہونے پر مجھے اعتماد ہے۔ ﴿وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ﴾ ’’اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔‘‘ اس نے مختلف اقسام کی عبادات کا جو مجھے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کے لیے میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تمام نیکیاں اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ ہیں اور ان دو امور کے ذریعے سے بندۂ مومن کے احوال درست ہوتے ہیں:

۱۔ اپنے رب سے مدد طلب کرنا۔

۲۔ اور اس کی طرف رجوع کرنا...... جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (هود: ۱۱/۱۲۳) ’’اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اسی پر بھروسا کر۔‘‘ اور فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحہ: ۱/۴) ’’ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔‘‘

﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ﴾ ’’اے میری قوم! میری مخالفت تم سے کوئی ایسا کام نہ کرا دے۔‘‘ یعنی میری دشمنی اور مخالفت تمہیں ایسے کام پر آمادہ نہ کرے۔ ﴿اَنْ يُّصِيْبَكُمْ﴾ کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے۔ ﴿مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ ’’جو نازل ہوا قوم نوح، قوم ہود یا قوم صالح پر اور قوم لوط تو تم سے زیادہ دور نہیں ہے۔‘‘ یعنی زمان و مکان، دونوں اعتبار سے تم سے دور نہیں۔

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ’’اور اپنے رب سے بخشش مانگو۔‘‘ یعنی تم سے جن گناہوں کا ارتکاب ہوا ہے ان پر بخشش طلب کرو۔ ﴿ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ ’’پھر اس کے حضور توبہ کرو۔‘‘ تمام عمر میں آئندہ گناہوں پر خالص توبہ کرو اور اس کی اطاعت اور ترک مخالفت کے ذریعے سے اس کی طرف رجوع کرو ﴿اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾ ’’بے شک میرا رب رحم والا، محبت والا ہے۔‘‘ یعنی جو کوئی توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے، اس کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے (اَلْوَدُوْدُ) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ (ودود) (فعول) کے وزن پر ’’فاعل‘‘ اور ’’مفعول‘‘ دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

﴿قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ﴾ ’’انہوں نے کہا اے شعیب! تیری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔‘‘ یعنی وہ شعیب علیہ السلام کے وعظ ونصیحت سے بہت زچ ہوئے اور ان سے کہنے لگے ’’ہم نہیں سمجھتے بہت سی وہ باتیں جو تو کہتا ہے‘‘ یہ بات محض اس لئے کہتے تھے، کیونکہ انہیں شعیب علیہ السلام کی دعوت سے بغض اور ان سے نفرت تھی۔ ﴿وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا﴾ ’’اور ہم تجھے اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں‘‘ یعنی تو اپنی حیثیت

میں بہت کمزور آدمی ہے‘ تیرا شمار اشراف اور رؤسا میں نہیں ہوتا بلکہ تیرا شمار مستضعفین میں ہوتا ہے۔

﴿ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ ﴾ یعنی اگر تیری جماعت اور تیرا قبیلہ نہ ہوتا ﴿ لَرَجَمْنٰكَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴾ ”تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے اور ہماری نگاہ میں تیری کوئی عزت نہیں“ یعنی ہمارے دل میں تیری کوئی قدر اور کوئی احترام نہیں۔ ہم تجھے چھوڑ کر دراصل تیرے قبیلے کا احترام کر رہے ہیں۔ ﴿ قَالَ ﴾ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو نرم کرنے کے لیے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ﴾ ”اے میری قوم! کیا میرا قبیلہ تمہارے ہاں اللہ سے زیادہ عزیز ہے؟“ یعنی تم میرے قبیلے کی خاطر کیسے میری رعایت کر رہے ہو مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر میری کوئی رعایت نہیں کر رہے۔ گویا میرا قبیلہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہے۔ ﴿ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ﴾ ”اور اس کو ڈال دیا ہے تم نے اپنی پیٹھ پیچھے بھلا کر“ یعنی تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا تم نے کوئی پروا کی نہ اللہ تعالیٰ کا خوف محسوس کیا۔ ﴿ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾ ”بے شک میرا رب تمہارے عملوں کو گھیرنے والا ہے“ یعنی تمہارے اعمال زمین میں نہ آسمان میں ذرہ بھر بھی چھپے ہوئے نہیں‘ پس وہ تمہارے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔

﴿ وَ ﴾ ”اور“ جب کفار نے ان کو بہت تنگ کر کے ان کو بے بس کر دیا تو شعیب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ﴾ ”اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ“ یعنی تم اپنے احوال اور اپنے دین کے مطابق عمل کرتے رہو۔ ﴿ اِنِّيْ عَامِلٌ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ ﴾ ”میں بھی کام کرتا ہوں‘ عنقریب تم جان لوگے کہ کس کے پاس رسوا کرنے والا عذاب آتا ہے“ یعنی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کن پر رسوا کن اور ہمیشہ رہنے والا عذاب نازل ہوگا۔ ﴿ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ﴾ ”اور جھوٹا کون ہے۔“ یعنی یہ بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں جھوٹا ہوں یا تم جھوٹے ہو اور جب ان پر عذاب واقع ہوا تو انہیں معلوم ہو گیا کہ کون جھوٹا تھا؟ ﴿ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴾ ”اور تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔“ یعنی تم اس بات کا انتظار کرو کہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے اور میں انتظار کرتا ہوں کہ تم پر کیا عذاب نازل ہوتا ہے۔

﴿ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا ﴾ ”اور جب ہمارا حکم آ پہنچا“ یعنی جب شعیب کی قوم کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا ﴿ نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴾ ”تو ہم نے نجات دی شعیب کو اور ان کو جو ایمان لائے اس پر اپنی رحمت سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو کڑک نے‘ پس صبح کو رہ گئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے“ ان کی کوئی آواز سنائی دیتی تھی نہ ان میں کوئی حرکت دکھائی دیتی تھی ﴿ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ﴾ یعنی گویا وہ اپنی بستیوں میں کبھی آباد ہی نہ تھے اور جب ان پر عذاب نازل ہوا تو ایسے لگتا تھا کہ گویا انہوں نے کبھی نعمتوں سے فائدہ ہی نہیں اٹھایا تھا۔ ﴿ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ ﴾ ”سنو! پھٹکار

ہے مدین کے لیے۔'' کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مدین کو ہلاک اور رسوا کیا ﴿كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''جیسے پھٹکار ہوئی ثمود پر'' یعنی پھٹکار' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور ہلاکت میں دونوں قبیلے مشترک تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو' قوم کے ساتھ ان کے حسن گفتگو کی بنا پر ''خطیب الانبیاء'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس قصہ سے بہت سے فوائد اور بہت سی عبرتیں مستنبط ہوتی ہیں:

(۱) کفار کو جس طرح اصول اسلام کے ذریعے سے مخاطب کیا جاتا ہے اور جس بنا پر ان کو عذاب دیا جاتا ہے' اسی طرح شرائع اسلام اور اس کی فروع میں بھی وہ مخاطب ہیں' کیونکہ جناب شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید اور ناپ تول کے پورے کرنے کی دعوت دی تھی اور مجموعی طور پر توحید اور ناپ تول کو پورا کرنے کے حکم کی عدم تعمیل پر وعید کو مترتب کیا۔

(۲) ناپ تول میں کمی کبیرہ گناہ ہے اور اس کے مرتکب کے بارے میں ڈر ہے کہ کہیں وہ عذاب کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ ناپ تول میں کمی کرنا لوگوں کا مال چوری کرنے کے مترادف ہے۔ جب ناپ تول کے ذریعے سے چوری کرنا عذاب کی وعید کا موجب ہے' تو جبر اور تغلب کے ذریعے سے لوگوں کے مال چوری کرنا بدرجہ اولیٰ وعید کا موجب ہے۔

(۳) عمل کی جزا اس کی جنس ہی سے ہوتی ہے جو کوئی لوگوں کے مال کو کم کر کے خود اپنے مال میں اضافہ کرنا چاہتا ہے' تو اس کو اس کے مال میں کمی کے ذریعے سے عذاب دیا جائے گا۔ ناپ تول میں کمی اس کے رزق کے زوال کا سبب بنتی ہے۔ جیسے ارشاد ہے: ﴿اِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ﴾ ''میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں'' اس لئے اپنے کرتوتوں کے ذریعے سے اس رزق کے زوال کا باعث نہ بنو۔

(۴) بندے پر واجب ہے کہ وہ اس رزق پر قناعت کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے' چنانچہ وہ حرام کو چھوڑ کر حلال پر اور حرام ذرائع اکتساب کو چھوڑ کر حلال ذرائع پر قناعت کرے اور یہ اس کے لیے بہتر ہے ﴿بَقِیَّتُ اللّٰهِ خَیْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اللہ کا عطا کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہتر ہے۔'' حلال ذرائع اکتساب میں جو برکت اور اضافہ رزق ہے' وہ دنیا کی حرص کی خاطر حرام اسباب کسب اختیار کرنے میں نہیں۔ اس میں سراسر مال کا زوال اور برکت کی ضد ہے۔

(۵) یہ لوازم ایمان اور اس کے آثار میں سے ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ عمل کو وجود ایمان پر مترتب کیا ہے۔ پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگر عمل کا وجود نہ ہو تو ایمان ناقص یا قطعی طور پر معدوم ہے۔

(۶) اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیائے سابقین کی شریعت میں نماز مشروع تھی' نیز یہ کہ نماز تمام اعمال سے افضل ہے۔ حتیٰ کہ کفار کے نزدیک بھی نماز کی افضلیت اور نماز کا تمام اعمال پر مقدم ہونا متحقق

ہے۔ نیز ان کے ہاں یہ بات بھی متحقق ہے کہ نماز فواحش اور منکرات سے روکتی ہے اور نماز ایمان اور شرائع کی میزان ہے' نماز کو مسنون طریقے سے ادا کرنے سے بندۂ مومن کے احوال کی تکمیل ہوتی ہے اور نماز کی عدم ادائیگی سے اس کے دینی احوال میں خلل واقع ہوتا ہے۔

(۷) وہ مال جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کر رکھا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مال کا مالک بنا رکھا ہے تاہم انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ وہ اپنی مرضی سے اس میں تصرف کرے' کیونکہ یہ مال اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی امانت ہے' لہٰذا اس پر فرض ہے کہ وہ اس میں سے لوگوں کے حقوق ادا کر کے اللہ تعالیٰ کے حق کو قائم کرے اور ان ذرائع اکتساب کو اختیار کرنے سے باز رہے جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔ اس کے برعکس کفار اور ان سے مشابہت رکھنے والے دیگر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے مال کے خود مالک ہیں اور وہ جیسے چاہیں اس میں تصرف کریں خواہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو یا مخالف۔

(۸) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ داعی کی دعوت کی تکمیل یہ ہے کہ وہ خود اس کام پر عمل کرنے میں سبقت کرے جس کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دیتا ہے اور جس کام سے وہ لوگوں کو روکتا ہے سب سے پہلے وہ خود اس کام سے رک جائے' جیسا کہ جناب شعیب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ﴾ ''میں نہیں چاہتا کہ میں تمہیں جن باتوں سے روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾ (الصف:۶۱/۲) ''اے مومنو! تم ایسی باتیں کیوں کہتے ہو جن پر خود عمل نہیں کرتے۔''

(۹) تمام انبیاء و مرسلین کا وظیفہ اور ان کی سنت و ملت یہ ہے کہ حسب امکان اور مقدور بھر مصالح کے حصول اور ان کی تکمیل کے ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کرتے ہیں اور استطاعت کے مطابق مفاسد کو دور یا کم کرتے ہیں اور مصالح خاصہ کی رعایت رکھتے ہیں...... اور حقیقی مصلحت وہ ہے جس سے بندوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے اور جس سے ان کے دینی اور دنیاوی امور درست ہوتے ہیں۔

(۱۰) جو کوئی مقدور بھر اصلاح کی کوشش کرتا ہے' تو وہ ایسے کسی فعل کے نہ کرنے پر قابل ملامت اور قابل مذمت نہیں جس کے کرنے کی وہ قدرت اور استطاعت نہیں رکھتا۔ پس بندے پر واجب ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق خود اپنی اور دوسروں کی اصلاح کرے۔

(۱۱) بندۂ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ لمحہ بھر کے لیے بھی اپنے نفس پر بھروسہ نہ کرے' بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ اپنے رب پر بھروسہ کرے' اسی سے مدد طلب کرے اور اسی سے توفیق کا طلب گار رہے۔ جب اسے کوئی نیک توفیق حاصل ہو جائے تو اسے توفیق عطا کرنے والی ہستی کی طرف منسوب کرے اور خود پسندی کا شکار نہ

ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا تَوْفِيقِيٓ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (ھود: ۸۸/۱۱)

(۱۲) امم سابقہ پر جو تباہی نازل ہوئی اور عذاب کے ذریعے سے ان کو جو پکڑا گیا اس میں بندوں کے لیے ترہیب ہے اور یہ نہایت مناسب بات ہے کہ وعظ و نصیحت کے دوران گزشتہ قوموں کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں مجرموں پر عذاب نازل کیا گیا...... اور اسی طرح یہ بھی مناسب ہے کہ تقویٰ کی ترغیب کے لیے اہل تقویٰ کے ان واقعات کا ذکر کیا جائے جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اکرام سے نوازا۔

(۱۳) گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے اس کے تمام گناہوں سے درگزر کر کے اسے معاف کر دیا گیا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے محبت کرتا ہے اور اس شخص کا قول قابل اعتبار نہیں جو یہ کہتا ہے ''توبہ کرنے والا جب توبہ کرتا ہے تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کو مغفرت اور عفو سے نواز دیا جائے اور رہا اللہ تعالیٰ کی محبت اور مودت کا واپس لوٹنا تو اللہ تعالیٰ کی محبت دوبارہ نہیں آتی''...... کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ ''اپنے رب سے بخشش طلب کرو اور اس کی طرف لوٹ آؤ بے شک میرا رب بہت ہی رحم کرنے والا اور اپنی مخلوق سے بہت محبت رکھتا ہے۔''

(۱۴) اللہ تبارک و تعالیٰ بہت سے اسباب کے ذریعے سے اہل ایمان کی مدافعت کرتا ہے بعض اسباب کا ان کو علم ہوتا ہے اور بعض اسباب کا ان کو بالکل علم نہیں ہوتا۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ ان کے قبیلے اور اہل وطن کے ذریعے سے ان کی مدافعت کرتا ہے جیسے شعیب علیہ السلام کو ان کے قبیلے کے سبب سے رجم ہونے سے بچایا۔ اس قسم کے روابط کے لیے جن کے ذریعے سے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع اور ان کی حفاظت کا حصول مقصود ہو، کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسی کوشش لازم ہے کیونکہ مقدور بھر اور حسب امکان، اصلاح مطلوب ہے۔

لہٰذا اس اصول کو مدنظر رکھ کر کفار کی سلطنت میں رہنے والے مسلمان اگر اسی قسم کی کوشش کریں اور نظام حکومت کو جمہوری اصولوں پر چلانے کے لیے کام کریں جس میں افراد یا جماعتوں کے لئے ممکن ہو کہ وہ اپنے دینی اور دنیاوی حقوق کی حفاظت کر سکیں، تو یہ اس صورت حال سے بہتر ہے جس میں مسلمان کافر ریاست کے مطیع ہوں اور ریاست ان کے دینی اور دنیاوی حقوق کے بارے میں من مانے فیصلے کرے، مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کرے اور کفار کی خدمت کے لیے ان کو معمولی درجے کے کارکن اور خدام بنا ڈالے۔ البتہ اگر ریاست میں مسلمانوں کا اقتدار اور ان کی حکومت ممکن ہو تو اس حکومت کا قیام لازم ہے، لیکن اگر اقتدار کا یہ مرتبہ حاصل نہ ہو سکے، تو اس مرتبے کا حصول جس میں دینی اور دنیاوی مصالح کی حفاظت ہو، مقدم ہے۔ واللہ اعلم۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِأٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۹۶﴾ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيْهٖ فَاتَّبَعُوٓا

اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے موسیٰ کو ساتھ اپنی آیتوں اور دلیل واضح کے ○ طرف فرعون اور اس (کی قوم) کے سرداروں کی پس انہوں نے پیروی کی

أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴿٩٧﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ

فرعون کے حکم کی، اور نہیں تھا حکم فرعون کا کوئی بھلائی والا ○ وہ آگے آگے ہوگا اپنی قوم کے دن قیامت کے، پس جا داخل کرے گا انہیں

ٱلنَّارَ ۖ وَبِئْسَ ٱلْوِرْدُ ٱلْمَوْرُودُ ﴿٩٨﴾ وَأُتْبِعُوا۟ فِى هَٰذِهِۦ لَعْنَةً وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ

آگ میں اور برا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ لائے جائیں گے ○ اور پیچھے لگائے گئے وہ اس (دنیا) میں لعنت اور دن قیامت کے بھی،

بِئْسَ ٱلرِّفْدُ ٱلْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلْقُرَىٰ نَقُصُّهُۥ عَلَيْكَ ۖ مِنْهَا قَآئِمٌ

برا ہے وہ عطیہ جو وہ عطیہ دیے جائیں گے ○ یہ کچھ خبریں ہیں ان (تباہ شدہ) بستیوں کی، ہم بیان کرتے ہیں انکو آپ پر کچھ تو ان میں سے قائم ہیں

وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ وَلَٰكِن ظَلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ ۖ فَمَآ أَغْنَتْ عَنْهُمْ

اور کچھ نیست و نابود کر دی گئیں ○ اور نہیں ظلم کیا ہم نے ان پر، لیکن انہوں نے (خود ہی) ظلم کیا اپنے نفسوں پر، پس نہ فائدہ دیا انہیں

ءَالِهَتُهُمُ ٱلَّتِى يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مِن شَىْءٍ لَّمَّا جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ

انکے ان معبودوں نے جنہیں وہ پکارتے تھے سوائے اللہ کے، کچھ بھی، جب آ گیا حکم آپ کے رب کا،

وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴿١٠١﴾

اور نہ زیادہ کیا انہوں نے ان کو سوائے تباہی کے ○

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ ﴾ ”اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو“ یعنی موسیٰ بن عمران کو ﴿ بِـَٔايَٰتِنَا ﴾ ”اپنی نشانیوں کے ساتھ“۔ جو ان کی دعوت کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں‘ مثلاً عصا اور ید بیضا اور دیگر معجزات‘ جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا ﴿ وَسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴾ ”اور دلیل واضح (کے ساتھ)“ اور ایسی واضح دلیل کے ساتھ‘ جو سورج کی مانند عیاں تھی۔ ﴿ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِي۟هِۦ ﴾ ”فرعون اور اس کے اشرافیہ کی طرف“ کیونکہ اشرافیہ متبوع اور دیگر لوگ ان کے تابع ہوتے ہیں۔ ان اشرافیہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ان معجزات کو نہ مانا جو جناب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو دکھائے تھے جیسا کہ بسط و تفصیل کے ساتھ ان کا ذکر سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔

﴿ فَٱتَّبَعُوٓا۟ أَمْرَ فِرْعَوْنَ ۖ وَمَآ أَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيدٍ ﴾ ”پس وہ پیچھے لگے فرعون کے حکم کے اور فرعون کا حکم اچھا نہیں تھا“ بلکہ وہ بھٹکا ہوا اور گمراہ ہے۔ وہ جس چیز کا حکم دیتا ہے وہ ضرر محض کے سوا کچھ نہیں۔ اس کی قوم نے اس کی اتباع کی اور اس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ ٱلنَّارَ ۖ وَبِئْسَ ٱلْوِرْدُ ٱلْمَوْرُودُ ﴾ ”وہ قیامت کے روز اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا اور اپنی قیادت میں ان کو جہنم میں جا اتارے گا‘ اور یہ بہت ہی برا مقام ہے جہاں یہ لوگ وارد ہوں گے۔“ ﴿ وَأُتْبِعُوا۟ فِى هَٰذِهِۦ لَعْنَةً ﴾ ”اور اس میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی۔“ یعنی اس دنیا میں ﴿ وَيَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴾ ”اور قیامت کے دن بھی“ یعنی اللہ تعالیٰ‘ اس کے فرشتے اور تمام لوگ دنیا و آخرت میں ان پر لعنت بھیجیں گے۔ ﴿ بِئْسَ ٱلرِّفْدُ ٱلْمَرْفُودُ ﴾ ”بہت ہی برا ہے جو ان کو عطیہ دیا گیا“ اور اس

کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور دنیا و آخرت کی لعنت ان کا پیچھا کرے گی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کے ساتھ ان کی قوموں کے واقعات بیان کرنے کے بعد اپنے رسول ﷺ سے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ﴾ ”یہ بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جن میں سے بعض ہم آپ کو سناتے ہیں“ تاکہ آپ اس کے ذریعے سے اپنی قوم کو ڈرائیں اور یہ چیز آپ کی رسالت پر دلیل اور اہل ایمان کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہو۔ ﴿مِنْهَا قَآئِمٌ﴾ ”ان میں سے بعض تو باقی ہیں۔“ یعنی ان کی بستیوں کی بعض نشانیاں اب بھی باقی کھڑی ہیں یعنی تلف نہیں ہوئیں۔ جو ان قوموں کی تباہی پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿وَّ﴾ اور ان میں سے بعض نشانیاں ﴿حَصِيْدٌ﴾ ”ان کی جڑ کٹ گئی“ یعنی ان کے مسکن منہدم ہو گئے ان کے گھر نیست و نابود ہو گئے اور ان کے نشانات تک باقی نہ رہے۔

﴿وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ﴾ ”اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔“ یعنی مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے سے ان کو پکڑ کر ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ ﴿وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ”بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔“ یعنی انہوں نے شرک، کفر اور عناد کے ذریعے سے خود اپنے آپ پر ظلم کیا۔ ﴿فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ﴾ ”پس نہ کام آئے ان کے وہ معبود جن کو وہ پکارتے تھے اللہ کو چھوڑ کر، کسی چیز میں، جب آپ کے رب کا حکم آیا“ اسی طرح ہر وہ شخص جو مصیبت اور سختیوں کے وقت غیر اللہ کی پناہ لیتا ہے اس سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ﴿وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ﴾ ”اور تباہ کرنے کے سوا ان کے حق میں کچھ نہ کر سکے۔“ یعنی ان کی خواہشات کے برعکس خسارے اور تباہی کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہ ہوا۔

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿١٠٢﴾

اور اسی طرح ہے پکڑ آپکے رب کی جب وہ پکڑتا ہے بستیوں کو جب کہ وہ ظالم ہوتی ہیں، بلاشبہ پکڑ اسکی نہایت دردناک (اور) شدید ہے ○

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ

بیشک اس میں یقیناً نشان (عبرت) ہے اس شخص کیلئے جو ڈر گیا عذاب آخرت سے، وہ (یوم آخرت) ایک دن ہے کہ جمع کیے جائیں گے اس میں

النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ ۭ يَوْمَ

سب لوگ، اور وہ دن ہے کہ حاضر کیے جائیں گے (اس میں سب) ○ اور نہیں موخر کرتے ہیں ہم اس دن کو مگر واسطے (پورا کرنے) وقت مقرر کے ○ (جب) وہ دن

يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا

آجائے گا تو نہ کلام کرے گا کوئی نفس مگر اللہ کے حکم سے، پھر کوئی ان میں سے بدبخت ہوگا اور کوئی نیک بخت ○ پس لیکن وہ لوگ جو بدبخت ہونگے،

فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

تو (وہ) آگ میں ہونگے ان کیلئے اس میں چیخنا چلانا اور دھاڑنا ہوگا ○ ہمیشہ رہیں گے وہ اس (آگ) میں جب تک (باقی) رہیں گے آسمان

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ
اور زمین مگر جو چاہے آپکا رب' بیشک آپکا رب کر گزرنے والا ہے اسکو جو وہ چاہتا ہے ○ اور لیکن وہ لوگ
سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا
جو نیک بخت بنائے گئے، تو (وہ) جنت میں ہونگے، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں جب تک (باقی) رہیں گے آسمان اور زمین مگر
مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾
جو چاہے آپ کا رب' (یہ اللہ کی) عطاء ہے نہ ختم ہونے والی ○

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ عذاب کے ذریعے سے ظالموں کی کمر توڑ دیتا ہے اور ان کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وہ ہستیاں ان کے کسی کام نہیں آتیں جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ‘‘بے شک ان میں’’ یعنی عذاب کی مختلف انواع کے ذریعے سے ظالموں کو اللہ تعالیٰ کے پکڑنے میں۔ ﴿لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ﴾ ‘‘اس شخص کے لئے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے’’ یعنی اس میں عبرت اور دلیل ہے کہ جو لوگ ظلم اور جرم کا ارتکاب کرتے ہیں ان کے لیے دنیاوی سزا اور اخروی عذاب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے عذاب کے ذکر سے منتقل ہو کر آخرت کے وصف کا ذکر فرمایا: ﴿ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ﴾ ‘‘یہ وہ دن ہو گا جس میں سب لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔’’ یعنی اس روز تمام لوگوں کو جزاوسزا کے لیے جمع کیا جائے گا' تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا عدل عظیم ظاہر ہو اور اس کے ذریعے سے وہ اس کو اچھی طرح پہچان لیں ﴿وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ﴾ ‘‘اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا’’ یعنی اس اس روز اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتے اور تمام مخلوقات اس کا مشاہدہ کرے گی۔

﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ﴾ ‘‘ہم اس میں تاخیر نہیں کر رہے۔’’ یعنی قیامت کے روز کی آمد کو ہم موخر نہیں کرتے۔ ﴿اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ ‘‘مگر وقت مقرر کے لئے’’ یعنی جب دنیا کی مدت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر مقرر کیا ہے پورا ہو جائے گا اس وقت وہ ان کو ایک اور جہان میں منتقل کرے گا اور وہاں ان پر اپنے احکام جزائی اسی طرح جاری کرے گا جس طرح اس دنیا میں ان پر احکام شرعیہ نافذ کئے تھے۔

﴿يَوْمَ يَاْتِ﴾ ‘‘جس روز وہ آجائے گا۔’’ یعنی جس روز یہ دن آئے گا اور تمام مخلوق اکٹھی ہو گی۔ ﴿لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ‘‘اس کی اجازت کے بغیر کوئی کلام نہیں کرے گا’’ یہاں تک کہ اس روز انبیائے کرام اور مکرم فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکیں گے۔ ﴿فَمِنْهُمْ﴾ ‘‘پس ان میں سے بعض’’ یعنی تمام مخلوق میں سے ﴿شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾ ‘‘بد بخت اور بعض نیک بخت ہیں’’ بد بخت وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا' اس کے رسولوں کی تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور خوش بخت وہ لوگ ہیں جو

مومن اور متقی ہیں۔ ﴿ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا ﴾ ''تو جو بد بخت ہوں گے۔'' یعنی وہ لوگ جو بد بختی، رسوائی اور فضیحت میں مبتلا ہوں گے۔ ﴿ فَفِي النَّارِ ﴾ تو وہ جہنم کے عذاب میں غوطے کھائیں گے اور آگ کا نہایت سخت عذاب ان کو جکڑ لے گا۔ ﴿ لَهُمْ فِيْهَا ﴾ ''ان کے لئے اس میں'' یعنی اس سختی کی وجہ سے جس میں وہ مبتلا ہوں گے۔ ﴿ زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴾ ''چیخنا ہے اور دھاڑنا ہوگا'' اور یہ نہایت بری اور قبیح ترین آواز ہوگی۔

﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' یعنی اس جہنم میں جس کا عذاب یہ ہے ﴿ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ﴾ ''جب تک رہے گا آسمان اور زمین، مگر جو چاہے آپ کا رب'' یعنی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے سوائے اس مدت کے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ اس مدت کے دوران جہنم میں نہ رہیں اور یہ مدت جہنم میں داخل ہونے سے قبل کی ہے۔ یہ جمہور مفسرین کا قول ہے۔ پس اس صورت میں استثناء جہنم میں دخول سے قبل کی مدت کی طرف راجع ہے یعنی وہ تمام زمانوں تک جہنم میں رہیں گے سوائے اس زمانے کے جو جہنم میں داخل ہونے سے پہلے تھا۔ ﴿ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴾ ''بے شک آپ کا رب جو چاہتا ہے، کرتا ہے'' ہر وہ فعل جس کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے اور اس کی حکمت مقتضی ہوتی ہے، کر گزرتا ہے کوئی اسے اس کے ارادے سے روک نہیں سکتا۔

﴿ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا ﴾ ''اور جو نیک بخت ہوں گے۔'' یعنی وہ لوگ جنہیں سعادت اور فوز و فلاح سے نوازا گیا ہے۔ ﴿ فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ﴾ ''وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو چاہے آپ کا رب۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے مزید تاکید کے طور پر فرمایا: ﴿ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴾ ''بخشش بے انتہا'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور لذتیں عطا کرے گا وہ ہمیشہ رہیں گی اور کسی وقت بھی منقطع نہ ہوں گی۔ ہم اللہ کریم سے اس کے فضل کا سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی ان خوش بخت لوگوں کی معیت عطا کرے۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

پس نہ ہوں آپ شک میں اس سے جو عبادت کرتے ہیں یہ لوگ، نہیں عبادت کرتے وہ مگر جیسے عبادت کرتے تھے باپ دادے ان کے

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع ۹ ع ۱۰ ۹

پہلے (ان سے)، اور بے شک ہم البتہ پورا دیں گے انہیں حصہ ان کا، نہیں کم کیا جائے گا (اس سے کچھ) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے خطاب کر کے فرماتا ہے: ﴿ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ﴾ ''آپ ان معبودان باطل کی طرف سے کسی شک میں نہ رہیں جن کی یہ مشرکین عبادت کرتے ہیں'' یعنی آپ کو ان کے حال کے بارے میں کوئی شک نہ رہے وہ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ باطل ہے اور ان

کے پاس کوئی شرعی اور عقلی دلیل نہیں ہے۔ ان کی دلیل اور شبہ تو بس یہ ہے کہ وہ ﴿ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ﴾ ”یہ انہی کی عبادت کرتے ہیں جن کی عبادت اس سے قبل ان کے باپ دادا کرتے تھے“ اور یہ واضح طور پر معلوم ہے کہ ان کے آباء و اجداد کا ان باطل معبودوں کی عبادت کرنا، دلیل ہونا تو کجا یہ تو شبہ کے زمرے میں بھی نہیں آتا، کیونکہ انبیاء کے سوا کسی کا قول حجت نہیں۔ خاص طور پر ان جیسے گمراہ لوگ، جو اصول دین میں بکثرت اغلاط اور فساد اقوال کے حامل ہوتے ہیں، کیونکہ ان کے اقوال اگرچہ وہ ان کے ہاں متفق علیہ کیوں نہ ہوں خطا اور ضلالت پر مبنی ہیں۔ ﴿ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴾ ”اور ہم دینے والے ہیں ان کو ان کا حصہ، بغیر کمی کیے“ یعنی وہ لازمی طور پر دنیا کے حصے سے بہرہ ور ہوں گے جو ان کے لیے لکھ دیا گیا ہے۔ خواہ یہ دنیاوی نصیب آپ کی نظر میں کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو مگر یہ ان کے احوال کے درست ہونے پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے بھی دنیا عطا کرتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اسے بھی عطا کرتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان اور دین سے صرف اسی شخص کو نوازتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ گمراہ لوگوں کے اپنے گمراہ آباء و اجداد کے نظریات پر اتفاق کر لینے سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے اور نہ اس بات سے دھوکہ کھانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیاوی مال و متاع سے نواز رکھا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
اور البتہ تحقیق دی ہم نے موسیٰ کو کتاب تو اختلاف کیا گیا اس میں، اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے (طے) ہو چکی ہے
مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ
آپکے رب کی طرف سے تو ضرور فیصلہ کر دیا جاتا درمیان انکے اور یقیناً وہ ایسے شک میں ہیں اس سے (جو انہیں) بے چین کرنیوالا ہے ○ اور بیشک
كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ
ہر ایک کو البتہ ضرور پوری پوری دے گا آپکا رب (جزاء) ان کے عملوں کی، بیشک وہ ساتھ اسکے جو وہ عمل کرتے ہیں خبردار ہے ○ پس ثابت رہیں آپ
كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾
جسطرح حکم کیے گئے ہیں آپ، اور وہ لوگ بھی جنہوں نے توبہ کی آپ کیساتھ، اور نہ سرکشی کرو تم، بیشک وہ (اللہ) اسے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے ○
وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اور نہ جھکو تم طرف ان لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا، پس (ورنہ) چھوئے گی تمہیں آگ اور نہیں ہو گا تمہارے لیے سوائے اللہ کے
مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
کوئی دوست، پھر نہ مدد کیے جاؤ گے تم ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے جناب موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا کی، جس کو تورات کہا جاتا ہے جو

اس کے اوامر و نواہی پر ان کے اتفاق و اجتماع کی موجب ہے۔ مگر اس کے باوجود تورات سے نسبت رکھنے والوں نے اس میں اختلاف پیدا کیا جس نے ان کے عقائد اور ان کی دینی جمعیت کو سخت نقصان پہنچایا۔ ﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ”اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی۔“ یعنی ان کے معاملہ کو مؤخر کرنے اور ان کو عذاب میں عجلت نہ کرنے کے بارے میں ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی ﴿لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ﴾ ”تو ان کا فیصلہ کر دیا جاتا۔“ یعنی ظالم پر عذاب نازل ہو چکا ہوتا۔ مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اپنے فیصلے کو قیامت تک کے لیے مؤخر کر دے اور یہ لوگ شک و شبہ ہی میں مبتلا رہیں۔ جب ان کا اپنی کتاب کے ساتھ یہ حال ہے تو قرآن جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کیا ہے یہود کے ایک گروہ کا یہ رویہ تعجب خیز نہیں ہے کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اس کے بارے میں شک و ریب میں مبتلا ہیں۔

﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ﴾ ”اور جتنے لوگ ہیں، سب کو پورا دے گا آپ کا رب ان کے اعمال (کا بدلہ)“ یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے درمیان ضرور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور ان کو وہی سزا و جزا دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ ﴿اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ﴾ ”بے شک وہ اس سے جو عمل یہ کرتے ہیں“ اچھے یا برے ﴿خَبِيْرٌ﴾ ”باخبر ہے۔“ ان کے اعمال میں سے کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اس پر مخفی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہود کی عدم استقامت کا ذکر کرنے کے بعد، جو ان کے اختلاف و افتراق کا باعث تھی، اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ اور اہل ایمان کو حکم دیا کہ وہ صراط مستقیم پر گامزن رہیں جیسا کہ ان کو حکم دیا گیا ہے اور اس شریعت کو لائحہ عمل بنائیں جو ان کے لیے مشروع کی گئی ہے اور ان اعتقادات صحیحہ کو اپنا عقیدہ بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے وحی کیے ہیں۔ اس سیدھے راستے کو چھوڑ کر دائیں، بائیں ٹیڑھی راہوں پر نہ چلیں اور دائمی طور پر اسی عقیدے اور اسی شریعت پر عمل پیرا رہیں اور سرکشی اختیار نہ کریں، یعنی استقامت کی ان حدود سے تجاوز نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقرر فرمائی ہیں۔ ﴿اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ”وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔“ اللہ تعالیٰ پر تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔ ان آیات کریمہ میں استقامت کو مسلک بنانے کی ترغیب اور اس کے برعکس راستہ اختیار کرنے پر ترہیب دی گئی ہے۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی طرف میلان رکھنے سے منع فرمایا جنہوں نے استقامت کو چھوڑ دیا۔

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ ”اور مت جھکو ان لوگوں کی طرف جو ظالم ہیں“ کیونکہ اگر تم ان کی طرف مائل ہوئے، ان کے ظلم و تعدی پر ان کی موافقت کی یا ان کے ظلم پر راضی ہوئے ﴿فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ ”تو تمہیں جہنم کی آگ آ لپٹے گی۔“ ﴿وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ﴾ ”اور اللہ کے سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں“ جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں۔ اس آیت کریمہ میں ظالم کی طرف میلان رکھنے سے روکا گیا ہے یہاں

جب ظالموں کی طرف میلان رکھنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی شدید وعید ہے' تو خود ظالموں کا کیا حال ہوگا...... ہم اللہ تعالیٰ سے ظلم سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

اور آپ قائم کریں نماز دونوں طرفوں (حصوں) میں دن کے اور کچھ گھڑیوں میں رات سے بھی بلاشبہ نیکیاں دور کر دیتی ہیں برائیوں کو،

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝١١٤ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝١١٥

یہ نصیحت ہے واسطے ذکر کرنے والوں کے ○ اور آپ صبر کریں، پس بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کامل طور پر نماز کو قائم کرنے کا حکم دیتا ہے ﴿طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ ''دن کے دونوں طرفوں میں'' یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصے میں۔ اس میں فجر' ظہر اور عصر کی نماز شامل ہے۔ ﴿وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ ''اور رات کے کچھ حصوں میں'' اور اس میں مغرب اور عشاء کی نماز داخل ہے۔ تہجد کی نماز بھی اسی میں شامل ہے کیونکہ بندۂ مومن تہجد کی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بے شک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو'' یعنی یہ نماز پنجگانہ اور اس سے ملحق نوافل سب سے بڑی نیکی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کہ نماز سب سے بڑی نیکی اور ثواب کی موجب ہے اور برائیوں کو مٹاتی بھی ہے۔ اس سے مراد صغیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں اس اطلاق کو مقید کیا گیا ہے' مثلاً رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر مومن کبائر سے اجتناب کرتا ہے تو نماز پنج گانہ' جمعہ دوسرے جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک' یہ ان کے مابین ہونے والے گناہوں کو مٹا دینے والے عمل ہیں۔''① بلکہ اس آیت کریمہ کے اطلاق کو سورۃ النساء کی اس آیت نے بھی مقید کر دیا ہے فرمایا: ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ (النساء: ٤/ ٣١) ''اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہوں کو مٹا دیں گے اور تمہیں عزت و تکریم کی جگہ میں داخل کریں گے۔'' ﴿ذٰلِكَ﴾ شاید یہ گزشتہ باتوں کی طرف اشارہ ہے' جیسے صراط مستقیم پر استقامت کا التزام' حدود الٰہی سے عدم تجاوز اہل ظلم کی طرف عدم میلان' اقامت صلوٰۃ کا حکم اور یہ بیان کہ نیکیاں تمام برائیوں کو مٹا دیتی ہیں یہ سب ﴿ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ﴾ ''نصیحت ہے یاد رکھنے والوں کے لئے'' وہ اس چیز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو سمجھتے ہیں اور ان تمام اوامر کی تعمیل کرتے ہیں جن کا ثمرہ نیکیاں ہیں جو شر اور برائی کو مٹاتی ہیں۔ مگر ان امور میں مجاہدۂ نفس اور صبر کی سخت ضرورت ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَاصْبِرْ﴾ ''اور صبر کیجیے۔'' یعنی اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ثابت قدم اور اس کی نافرمانی سے باز رکھیں اور اس کا ہمیشہ التزام کریں اور تنگ

---

① صحيح مسلم' كتاب الطهارة' باب الصلوات الخمس...... الخ' حديث: ٢٣٣

دل نہ ہوں ﴿ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾ ’’اللہ نیکی کرنے والوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا‘‘ بلکہ وہ ان کے اچھے اعمال کو قبول فرماتا ہے اور ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا عطا کرتا ہے۔ جب نفوس ضعیفہ انقطاع اور اکتاہٹ کا شکار ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں تو آیت کریمہ میں ان کو صبر کے التزام کی ترغیب اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا شوق دلایا گیا ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ

پس کیوں نہ ہوئے ان امتوں میں سے جو تم سے پہلے تھیں کچھ لوگ عقل و بصیرت والے کہ وہ روکتے فساد (کرنے) سے

فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ

زمین میں، مگر تھوڑے ہی ان لوگوں میں سے جنہیں نجات دی ہم نے ان میں سے اور پیچھے لگے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا، ان چیزوں کے

اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿١١٦﴾

کہ آسودگی دیے گئے تھے وہ (ظالم) ان چیزوں میں، اور تھے وہ مجرم ○

جب اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کی ہلاکت کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا‘ نیز یہ کہ ان میں سے اکثر وہ لوگ تھے جنہوں نے کتب سماویہ کے ماننے والوں سے انحراف کیا‘ حتیٰ کہ ان لوگوں نے بھی جو کتب الٰہیہ کو ماننے والے تھے اور یہ چیز اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ گزشتہ ادیان انعدام و اضمحلال کا شکار ہو گئے تو اب ذکر فرمایا کہ گزشتہ قوموں میں ایسے اصحاب خیر کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے رہتے‘ فساد اور ہلاکت سے روکتے رہتے‘ تو ان سے کچھ فائدہ حاصل ہوتا جب تک ان کے ادیان باقی رہتے۔ مگر ایسے لوگ بہت ہی قلیل تھے۔

اس سارے معاملے کی غرض و غایت یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کے جو تھوڑے لوگوں نے نجات پائی تو انہوں نے انبیاء و مرسلین کی اتباع اور اقامت دین کی وجہ سے نجات پائی نیز یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حجت بن گئے جس کو اس نے ان کے ہاتھوں پر جاری کیا‘ تاکہ جو ہلاک ہو تو دلیل کی بنا پر ہلاک ہو اور زندہ رہے تو دلیل ہی سے زندہ رہے۔

﴿ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ ﴾ ’’اور پیچھے پڑے رہے ظالم اسی چیز کے جس میں ان کو عیش ملا‘‘ یعنی وہ جن نعمتوں اور آسائشوں سے متمتع ہو رہے تھے انہی کے پیچھے پڑے رہے اور ان چیزوں کے بدلے انہوں نے کچھ اور نہیں چاہا۔ ﴿ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴾ ’’اور تھے وہ گناہ گار‘‘ یعنی ان نعمتوں اور آسائشوں کے پیچھے پڑ کر انہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا‘ لہٰذا وہ عتاب کے مستحق ٹھہرے اور عذاب نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔

اس آیت کریمہ میں اس امت کو ترغیب دی گئی ہے کہ ان کے اندر ایسے ہوش مند مصلحین ہونے چاہئیں جو ان امور کی اصلاح کریں جن کو لوگوں نے فاسد کر دیا ہے‘ جو اللہ کے دین کو قائم کرنے والے ہوں‘ بھٹکے ہوؤں کو

ہدایت کی طرف بلاتے رہیں۔ اگر اس راہ میں تکلیفیں آئیں تو اس پر صبر کرتے رہیں اور وہ گمراہی کی تاریکیوں میں لوگوں کو بصیرت کی روشنی دکھاتے رہیں۔ یہ بندۂ مومن کا بلند ترین حال ہے جس کی طرف رغبت کرنے والے راغب ہوتے ہیں اور اسی حال کو اختیار کرنے والا مرتبۂ امامت پر فائز ہوتا ہے‘ کیونکہ اس کا عمل خالص رب العالمین کے لیے ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

اور نہیں ہے آپ کا رب (ایسا) کہ وہ ہلاک کرے بستیوں کو ساتھ ظلم کے جبکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ ظلم کے ساتھ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا درآں حالیکہ وہ اصلاح کرنے والے ہوں‘ یعنی وہ درست رویے پر قائم اور اس پر دوام کا التزام کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صرف اسی وقت ہلاک کرتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب کریں اور ان کے خلاف حجت قائم ہو جائے اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ جب لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اپنے رب کی طرف لوٹ آئیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کر لیں تو تیرا رب ان بستیوں کو ان کے گزشتہ ظلم کی پاداش میں ہلاک نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا اور ان کے گزشتہ ظلم کو مٹا دے گا۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ۙ

اور اگر چاہتا آپ کا رب تو البتہ بنا دیتا تمام لوگوں کو امت ایک ہی، جبکہ وہ ہمیشہ رہیں گے (باہم) اختلاف کرنے والے ہی ○

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ

سوائے ان لوگوں کے جن پر رحم کیا آپ کے رب نے، اور اسی لئے اس نے پیدا کیا انہیں، اور پوری ہوئی بات آپ کے رب کی، کہ ضرور بھروں گا میں

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

جہنم کو جنوں اور انسانوں سے، سب سے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام لوگوں کو دین اسلام پر مجتمع کر کے انہیں ایک امت بنا دیتا اس کی مشیت ایسا کرنے سے قاصر نہ تھی اور کوئی چیز اس کی گرفت سے باہر نہیں۔ مگر اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ وہ اختلاف کرتے رہیں‘ صراط مستقیم کی مخالفت کریں اور جہنم کی طرف جانے والے راستوں پر رواں دواں رہیں اور ہر کوئی اپنی رائے کو حق اور دوسرے کے قول کو گمراہی سمجھے۔ ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ ”مگر جن پر رحم کیا آپ کے رب نے“ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی علم حق کی طرف رہنمائی کی‘ انہیں اس پر عمل اور اس پر اتفاق کی توفیق بخشی۔ پس یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے سعادت کو لکھ دیا گیا تھا اور عنایت ربانی اور توفیق الٰہی نے ان کو جا لیا تھا...... رہے ان کے علاوہ دیگر لوگ تو ان کو ان کے نفسوں کے حوالے کر دیا گیا۔

﴿ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ﴾ ’’اور اسی لئے ان کو پیدا کیا‘‘ یعنی ان کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا تھا‘ تا کہ ان میں سے کچھ لوگ خوش بخت اور کچھ لوگ بد بخت ہوں‘ ان میں کچھ لوگ اتفاق کرنے والے اور کچھ لوگ اختلاف کرنے والے ہوں۔ ان میں سے ایک گروہ وہ ہو جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نواز دیا اور ایک گروہ وہ ہو جو گمراہی کا حق دار قرار پایا‘ تا کہ بندوں پر اس کا عدل اور اس کی حکمت عیاں ہو جائے‘ نیز طبائع بشری میں جو کچھ بھی اچھائی اور برائی پنہاں ہے وہ ظاہر ہو جائے اور تا کہ جہاد اور ان عبادات کا بازار گرم ہو جو امتحان اور آزمائش کے بغیر درست اور مکمل نہیں ہوتیں اور اس لئے کہ ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾ ’’آپ کے رب کی وہ بات پوری ہو جائے (جس میں اس نے کہا تھا) کہ میں جہنم کو جنوں‘ انسانوں سب سے بھر دوں گا۔‘‘ پس لازم ٹھہرا کہ وہ جہنم کو اس میں رہنے والے مہیا کرے جو ایسے اعمال بجا لائیں جو جہنم میں پہنچاتے ہیں۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ

اور (ضرورت کی) ہر ایک چیز کو بیان کرتے ہیں ہم آپ پر خبروں میں سے رسولوں کی، کہ مضبوط رکھتے ہیں ہم ساتھ اسکے دل آپکا، اور آیا ہے آپکے پاس

فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ⑫⓪ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اس (سورت یا واقعات) میں حق اور نصیحت، اور یاد دہانی واسطے مومنوں کے ○ اور آپ کہہ دیجئے واسطے ان لوگوں کے جو نہیں ایمان لاتے،

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ⑫① ۙ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ⑫② وَلِلّٰهِ

عمل کرو تم اوپر اپنی جگہ کے، بلاشبہ ہم بھی عمل کرنیوالے ہیں ○ اور انتظار کرو تم، بلاشبہ ہم بھی انتظار کرنیوالے ہیں ○ اور واسطے اللہ ہی کے ہے

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ

غیب آسمانوں اور زمین کا، اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کام سب کے سب‘ سو آپ عبادت کریں اسی کی اور توکل کریں اسی پر،

وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ⑫③ ع ۱۰ ع ۱۰

اور نہیں ہے آپ کا رب غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو ○

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے‘ تو اب اس میں پنہاں حکمت کا ذکر فرمایا: ﴿ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ﴾ ’’اور یہ سب چیز بیان کرتے ہیں ہم آپ کے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے مضبوط کریں ہم آپ کے دل کو‘‘ تا کہ وہ مطمئن رہے‘ اس کو ثبات حاصل ہو اور وہ صبر کرے‘ جیسے اولوالعزم انبیاء و مرسلین نے صبر کیا تھا‘ کیونکہ نفوس انسانی اقتدا سے مانوس ہوتے ہیں اور اعمال پر ان کو نشاط حاصل ہوتا ہے اور وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہتے ہیں‘ حق کے شواہد اور اس کو قائم کرنے والوں کی کثرت کا ذکر کرنے سے حق کی تائید ہوتی ہے۔

﴿وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ﴾ ’’اور آیا آپ کے پاس اس میں‘‘ یعنی اس سورۂ مقدسہ میں ﴿الْحَقُّ﴾ ’’حق‘‘ آپ کے پاس یقین آ گیا اور اس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی شک نہیں۔ اس کا علم، حق کا علم ہے جو نفس کے لیے سب سے بڑی فضیلت ہے۔ ﴿وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ’’اور نصیحت اور یاد دہانی مومنوں کے لیے‘‘ یعنی وہ اس سے نصیحت پکڑتے ہیں پس برے کاموں سے باز رہتے ہیں اور محبوب کاموں کو یاد کرتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے انہیں نصیحتیں اور مختلف انواع کی یاد دہانیاں کوئی فائدہ نہیں دیتیں۔ بنا بریں فرمایا: ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ’’اور ان لوگوں سے کہہ دیجیے جو (دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی) ایمان نہیں لاتے‘‘ ﴿اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ﴾ ’’اپنی جگہ عمل کیے جاؤ۔‘‘ یعنی اسی حالت میں جس میں کہ تم ہو، عمل کرتے رہو ﴿اِنَّا عٰمِلُوْنَ﴾ ’’ہم بھی (اپنے طریقے کے مطابق) عمل کر رہے ہیں۔‘‘

﴿وَانْتَظِرُوْا﴾ ’’تم بھی انتظار کرو۔‘‘ یعنی ہم پر جو کچھ نازل ہوگا، تم اس کا انتظار کرو ﴿اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ﴾ ’’ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔‘‘ اور تم پر جو کچھ نازل ہوگا، ہم اس کے منتظر ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دونوں گروہوں کے درمیان جو فرق ہے اسے بیان کر دیا۔ اس نے اپنے بندوں کو دکھا دیا کہ وہ اپنے مومن بندوں کی مدد کرتا ہے اور انبیائے کرام کو جھٹلانے والے دشمنان الٰہی کا قلع قمع کرتا ہے۔

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ’’اور اللہ ہی کے پاس ہے چھپی بات آسمانوں اور زمین کی‘‘ یعنی تمام مخفی چیزیں اور غیبی امور جو آسمانوں اور زمین میں سربستہ ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے ﴿وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ﴾ ’’اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام کام‘‘ تمام اعمال اور عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے وہ پاک اور ناپاک کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا۔ ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ’’پس اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبودیت کو قائم کیجیے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ تمام احکام ہیں جن کی تعمیل پر آپ (ﷺ) قادر ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ ﴿وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ’’آپ کا رب (ان اچھے اور برے) اعمال سے غافل نہیں ہے جن کو تم بجا لاتے ہو۔‘‘ بلکہ اس کا علم ان اعمال کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ان پر اس کا قلم جاری ہو چکا ہے اور اب اس پر اس کا حکم اور جزا کا فیصلہ جاری ہوگا۔

تفسیر سُوْرَۃ یُوْسُف

سُوْرَةُ یُوْسُفَ (۱۲) مَکِّیَّۃٌ (۵۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰیَاتُهَا ۱۱۱
رُکُوْعَاتُهَا ۱۲

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① قف اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ

الرٰ، یہ آیتیں ہیں کتاب واضح کی ○ بلا شبہ ہم نے نازل کیا ہے اس کو قرآن عربی (زبان میں) تا کہ تم

تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا

سمجھو ○ ہم بیان کرتے ہیں آپ پر بہترین بیان بذریعہ اپنے وحی کرنے کے آپ کی طرف یہ

الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ③

قرآن، جب کہ یقیناً تھے آپ پہلے اس سے البتہ بے خبروں میں سے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ قرآن کی آیات کتاب مبین کی آیات ہیں، یعنی جس کے الفاظ اور معانی واضح ہیں۔ اس کے واضح اور بین ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں نازل کیا جو سب سے زیادہ فضیلت کی حامل اور سب سے زیادہ واضح زبان ہے۔ (الْمُبِين) سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب مقدس ان تمام حقائق نافعہ کو بیان کرتی ہے جن کے لوگ حاجت مند ہیں اور یہ سب ایضاح وتبیین ہے ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ”تاکہ تم سمجھو“ یعنی تاکہ اس کی حدود، اس کے اصول وفروع اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھ سکو جب تم اس کو ایقان کے ساتھ سمجھ لو گے اور تمہارے دل اس کی معرفت سے لبریز ہو جائیں گے تو اس کے ثمرات، جوارح کے عمل اور اطاعت کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور ﴿لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ یعنی تمہارے اذہان میں عالی شان معانی کی تکرار سے تمہاری عقل میں اضافہ ہوگا اور تم ادنیٰ حال سے اعلیٰ واکمل احوال میں منتقل ہو جاؤ گے۔

﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ﴾ ”ہم آپ پر بہت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں“ یعنی یہ قصہ اپنی صداقت، اپنی عبارت کی سلاست اور اپنے معانی کی خوبصورتی کی وجہ سے سب سے اچھا قصہ ہے۔ ﴿بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ ”اس واسطے کہ بھیجا ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن“ یعنی وہ امور جن پر یہ قرآن مشتمل ہے جس کی ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی اور اس کے ذریعے سے ہم نے آپ کو تمام انبیاء ومرسلین پر فضیلت بخشی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ ﴿وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ”اور یقیناً اس سے پہلے آپ بے خبروں میں سے تھے“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نزول وحی سے قبل آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا چیز ہے؟ مگر ہم نے اسے روشنی بنایا ہے اور اس کے ذریعے سے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں راہ ہدایت دکھاتے ہیں۔

چونکہ یہ قرآن کریم جن قصوں پر مشتمل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح فرمائی نیز ذکر فرمایا کہ یہ قصہ علی الاطلاق بہترین قصہ ہے اور تمام کتابوں میں کوئی قصہ ایسا نہیں ملتا جیسا اس قرآن میں پایا جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام، ان کے والد یعقوب علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا نہایت خوبصورت اور تعجب انگیز قصہ ذکر فرمایا۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

(یاد کرو!) جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے، اے ابا جان! بے شک میں نے دیکھا گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو،

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

دیکھا میں نے انکو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے ○ اس (یعقوب) نے کہا اے میرے عزیز بیٹے! مت بیان کرنا خواب اپنا اوپر اپنے بھائیوں کے،

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤ وَكَذٰلِكَ

پس وہ تدبیر کریں گے واسطے تیرے کوئی تدبیر (بری)، بے شک شیطان ہے واسطے انسان کے دشمن ظاہر ○ اور اسی طرح

يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا رب اور سکھائے گا تجھے حقیقت (تعبیر) باتوں (خواب) کی، اور پوری کرے گا اپنی نعمت

عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ

اوپر تیرے اور اوپر آل یعقوب کے، جس طرح اس نے پورا کیا تھا اسے اوپر تیرے باپ دادا کے پہلے اس سے

اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ ع ۱ ۱۱

(اوپر) ابراہیم اور اسحٰق کے، بے شک تیرا رب خوب جاننے والا، حکمت والا ہے ○

معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے اس کتاب کریم میں اپنے رسول ﷺ پر بہترین قصہ بیان فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور اس قصے کے متعلق تمام واقعات ذکر کیے۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ قصہ نہایت کامل اور بہت خوبصورت ہے۔ جو کوئی اس قصہ کی ان اسرائیلیات کے ذریعے سے تکمیل اور اس کو مزین کرنا چاہتا ہے، جن کا کوئی سر پیر نہیں ہے اور ان کو روایت کرنے والے کا نام تک معلوم نہیں۔ جن میں سے اکثر جھوٹ پر مبنی ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ پر استدراک کرنا چاہتا ہے۔ وہ بزعم خود ناقص اور نامکمل چیز کی تکمیل کرتا ہے اور آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کی برائی اس حد تک پہنچتی ہے اس لئے کہ بہت سی کتب تفسیر اس سورۂ مبارکہ سے کئی گنا زیادہ جھوٹے قصے کہانیوں اور انتہائی قبیح امور سے، جو اللہ کے بیان کردہ واقعات کے متناقض ہیں، لبریز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے اکثر باتوں کو بیان نہیں فرمایا۔ اس لئے بندے پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ واقعات کو خوب اچھی طرح سمجھ لے اور ان تمام قصے کہانیوں کو چھوڑ دے جو رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں ہیں۔

﴿ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ ﴾ ”جب یوسف (علیہ السلام) نے کہا۔“ یعنی جب یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام نے کہا: ﴿ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴾ ”ابا جان! میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں“ یہ خواب یوسف علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا مقدمہ ہے جن کی بنا پر وہ دنیا و آخرت میں بلند مقام پر فائز ہوئے۔ اسی طرح جب اللہ بڑے بڑے اصولی امور کا ارادہ فرماتا ہے تو اس سے پہلے تقدیم پیش کرتا ہے جو اس امر کے لیے تمہید اور تسہیل

کا کام دیتی ہے اور بندے کو ان مشقتوں کے لیے تیار کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے احسان کے طور پر بندے پر وارد ہوتی ہیں۔

یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی یہ تاویل کی' کہ سورج سے مراد یوسف علیہ السلام کی والدہ' چاند سے مراد والد اور ستاروں سے مراد ان کے بھائی ہیں۔ نیز یہ کہ یہ حالات ایسے حالات میں بدل جائیں گے کہ مذکورہ تمام لوگ یوسف علیہ السلام کے مطیع ہوں گے اور ان کی تعظیم و تکریم کے لیے ان کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ یہ سب کچھ صرف ان اسباب کی بنا پر ہوگا جو یوسف علیہ السلام کو پیش آئیں گے' اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کو اپنے فضل و کرم کے لیے چن لے گا اور علم و عمل کی نعمت سے ان کو مالا مال فرمائے گا اور زمین میں اقتدار عطا کر کے آپ پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کرے گا اور اقتدار کی یہ نعمت تبعاً تمام آل یعقوب کو شامل ہوگی جو یوسف علیہ السلام کے سامنے سرافگندہ ہوں گے۔

جب یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر مکمل کر لی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا: ﴿یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاکَ عَلٰۤی اِخۡوَتِکَ فَیَکِیۡدُوۡا لَکَ کَیۡدًا﴾ ''اے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے کچھ فریب'' یعنی تمہارے ساتھ اپنے حسد کی وجہ سے تمہارے خلاف کوئی چال چلیں گے کہ کہیں تم ان کے سردار اور سربراہ نہ بن جاؤ۔ ﴿اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ﴾ ''بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے'' وہ دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لئے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے سے وہ بندے پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور انہوں نے اپنے بھائیوں کو اس خواب کے بارے میں کچھ نہ بتایا' بلکہ اس کو چھپائے رکھا۔

﴿وَکَذٰلِکَ یَجۡتَبِیۡکَ رَبُّکَ﴾ ''اور اسی طرح چن لے گا تجھ کو تیرا رب'' یعنی اللہ جل شانہ تجھ کو اوصاف جلیلہ اور مناقب جمیلہ کی نعمتوں سے نواز کر چن لے گا۔ ﴿وَیُعَلِّمُکَ مِنۡ تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ﴾ ''اور سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا'' یعنی خوابوں کی تعبیر اور کتب سماویہ میں وارد ہونے والے سچے واقعات کی تاویل وغیرہ۔ ﴿وَیُتِمُّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکَ﴾ ''اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔'' اور دنیا و آخرت میں تجھ پر اپنی نعمت کی تکمیل کرے گا' یعنی وہ دنیا میں بھی تجھ کو بھلائی عطا کرے گا اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کرے گا۔ ﴿کَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤی اَبَوَیۡکَ مِنۡ قَبۡلُ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اِسۡحٰقَ﴾ ''جیسے اس نے پورا کیا اس نعمت کو اس سے پہلے تیرے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق پر'' اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیم اور جناب اسحٰق علیہما السلام کو عظیم اور بے پایاں دینی اور دنیاوی نعمتوں سے نوازا ﴿اِنَّ رَبَّکَ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ﴾ ''بے شک تیرا رب جاننے والا' حکمت والا ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء اور بندوں کے سینوں میں چھپے ہوئے اچھے برے خیالات کو محیط ہے۔ پس وہ سب کو اپنی حمد و

حکمت کے مطابق عطا کرتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے اور تمام اشیا کو ان کے اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ⑦ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ
البتہ تحقیق تھیں یوسف اور اسکے بھائیوں (کے واقعے) میں نشانیاں سوال کرنے والوں کیلئے ○ جب کہا انہوں نے (آپس میں) البتہ یوسف
وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ
اور اسکا بھائی (بنیامین) زیادہ پیارے ہیں طرف ہمارے باپ کی ہم سے حالانکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، بیشک ہمارا باپ غلطی میں ہے
مُّبِيْنِۨ ⑧ ښ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ
جو کہ واضح ہے ○ تم قتل کر دو یوسف کو یا پھینک دو اسے کسی زمین میں، کہ خالی ہو جائے تمہارے لئے چہرہ تمہارے باپ کا،
وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨
اور تم ہو جانا بعد اس کے نیک لوگ ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ﴾ ”یقیناً یوسف اور ان کے بھائیوں (کے قصہ) میں نشانیاں ہیں۔“ یعنی قصہء یوسف میں عبرتیں اور بہت سے مطالب حسنہ پر دلائل ہیں ﴿لِّلسَّآىِٕلِيْنَ﴾ ”پوچھنے والوں کے لیے۔“ یعنی ہر اس شخص کے لیے جو زبان حال یا زبان قال کے ذریعے سے اس قصے کے بارے میں سوال کرتا ہے، کیونکہ سوال کرنے والے لوگ ہی آیات الٰہی اور عبرتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور رہے روگردانی کرنے والے، تو وہ آیات الٰہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، نہ قصوں اور واضح دلائل سے۔

﴿اِذْ قَالُوْا﴾ ”جب انہوں نے کہا۔“ یعنی جب انہوں نے آپس میں کہا: ﴿لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ﴾ ”یوسف اور اس کا بھائی۔“ یعنی یوسف علیہ السلام اور ان کے حقیقی بھائی بنیامین، ورنہ تو وہ سب ان کے بھائی تھے ﴿اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ ”ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں“ یعنی حالانکہ ہم بھائی ایک جماعت ہیں پھر وہ اپنی محبت اور شفقت میں ان دونوں کو کیوں فضیلت دیتے ہیں؟ ﴿اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ﴾ ”یقیناً ہمارا باپ واضح غلطی پر ہے۔“ کیونکہ اس نے بغیر کسی موجب کے جس کو ہم دیکھ سکیں اور بغیر کسی ایسے سبب کے جس کا ہم مشاہدہ کر سکیں، ان دونوں کو ہم پر ترجیح دی ہے۔

﴿اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا﴾ ”یوسف کو مار ڈالو یا اس کو پھینک دو کسی زمین میں“ یعنی کہیں دور علاقے میں لے جا کر اس کو باپ کی نظروں سے دور کر دو جہاں وہ اپنے باپ کو نظر نہ آ سکے۔ اگر تم نے ان دونوں امور میں سے کسی ایک پر عمل کر لیا ﴿يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ﴾ ”تو خالص ہو جائے گی تمہارے باپ کی توجہ تمہارے لئے“ یعنی وہ تمہارے لئے فارغ ہو گا اور تمہارا باپ تمہارے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئے گا، کیونکہ وہ اس وقت یوسف کی محبت میں مشغول ہے تمہاری محبت کے لیے اس کے پاس فراغت نہیں۔ ﴿وَتَكُوْنُوْا

﴿مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ ''اور ہو جانا تم اس کے بعد'' یعنی یہ کام کرنے کے بعد ﴿قَوْمًا صٰلِحِیْنَ﴾ ''نیک لوگ'' یعنی تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کر لینا اور اپنے اس گناہ کی معافی مانگ لینا۔ انہوں نے گناہ کے صدور سے پہلے ہی توبہ کا عزم کیا' تاکہ گناہ کا ارتکاب آسان ہو' اس کی برائی زائل ہو اور اس گناہ پر آمادہ کرنے کے لیے ایک دوسرے میں حوصلہ پیدا کریں۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ یَلْتَقِطْهُ
کہا ایک کہنے والے نے ان میں سے، نہ قتل کرو تم یوسف کو اور ڈال دو تم اسے تہ میں کنویں کی، کہ اٹھا لے جائے
بَعْضُ السَّیَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ ⑩
اسے کوئی مسافر، اگر ہو تم کرنے والے ہی ○

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ﴾ ''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا۔'' یعنی یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے کسی نے کہا جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا ﴿لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو'' کیونکہ اس کو قتل کرنا بہت بڑی برائی اور بہت بڑا گناہ ہے اور یہ مقصد کہ یوسف علیہ السلام کو اس کے باپ سے دور کر دیا جائے' یوسف کو قتل کیے بغیر حاصل ہو جائے گا' اس لیے تم یہ کرو کہ باپ سے دور کرنے کے لیے اسے اندھے کنویں میں ڈال دو اور یوسف کو دھمکی دو کہ وہ بھائیوں کی اس کارستانی کے بارے میں کسی کو آگاہ نہ کرے اور اپنے بارے میں یہی بتائے کہ وہ بھاگا ہوا ایک غلام ہے۔ اس وجہ سے کہ ﴿یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ﴾ ''کوئی قافلے والا نکال کر اسے لے جائے گا۔'' جو کہیں دور جا رہے ہوں گے اور وہ یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔ اس قول کا قائل جناب یوسف علیہ السلام کے بارے میں سب سے اچھی رائے رکھنے والا اور اس پورے قضیے میں سب سے زیادہ نیک اور تقویٰ پر مبنی رویے کا حامل تھا' کیونکہ کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے کم تر ہوتی ہیں اور کم تر نقصان کے ذریعے سے بڑے نقصان کو دور کر لیا جا سکتا ہے۔ پس جب وہ اس رائے پر متفق ہو گئے۔

قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ
انہوں نے کہا، اے ابا جان! کیا ہے تجھے کہ نہیں امین سمجھتا تو ہمیں یوسف پر؟ حالانکہ یقیناً ہم اسکے خیر خواہ ہیں○ تو بھیج اسے
مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ
ہمارے ساتھ کل کہ وہ (فراخی سے) کھائے اور کھیلے کودے اور ہم اسکی یقیناً حفاظت کرنیوالے ہیں○ یعقوب نے کہا، بیشک مجھے تو البتہ رنج میں ڈالتی ہے
اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬
یہ بات کہ تم لے جاؤ اسے، اور ڈرتا ہوں میں یہ کہ کھا جائے اسے بھیڑیا اور تم اس سے غافل ہو○

قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

انہوں نے کہا، البتہ اگر کھا جائے اسے بھیڑیا، جبکہ ہم ایک (طاقتور) جماعت ہیں، بلاشبہ ہم اس وقت یقیناً خسارہ پانے والے ہونگے ○

یعنی جناب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنے باپ سے کہا: ﴿یٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى یُوْسُفَ﴾ ''ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے۔'' یعنی کون سی چیز بغیر کسی سبب اور موجب کے یوسف علیہ السلام کے بارے میں آپ کو ہم سے خائف کر رہی ہے اور حال یہ ہے کہ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ﴾ ''ہم اس کے خیر خواہ ہیں'' یعنی ہم اس پر شفقت رکھتے ہیں اور ہم اس کے لیے وہی کچھ چاہتے ہیں جو اپنے لئے چاہتے ہیں۔ برادران یوسف کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے ساتھ جنگل وغیرہ کی طرف نہیں جانے دیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آپ سے اس تہمت کو رفع کر دیا جو یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیجنے سے مانع تھی تو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں اس مصلحت کا ذکر کیا جسے یعقوب علیہ السلام پسند کرتے تھے جو اس امر کا تقاضا کرتی تھی کہ وہ یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیں' تو کہنے لگے: ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا یَّرْتَعْ وَیَلْعَبْ﴾ ''بھیج دو اس کو ہمارے ساتھ کل کو' خوب کھائے اور کھیلے'' یعنی وہ جنگل میں تفریح کر کے وحشت دور کر لے۔ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''اور ہم اس کے نگہبان ہیں'' یعنی ہم اس کا دھیان رکھیں گے اور ہر تکلیف دہ چیز سے اس کی حفاظت کریں گے۔

یعقوب علیہ السلام نے جواب میں ان سے فرمایا: ﴿اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ﴾ ''تمہارا اس (یوسف) کو محض ساتھ لے جانا ہی مجھے غم زدہ کرتا ہے'' اور مجھ پر شاق گزرتا ہے کیونکہ میں اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا خواہ یہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور یہ چیز یوسف علیہ السلام کو تمہارے ساتھ بھیجنے سے مانع ہے اور دوسرا مانع یہ ہے ﴿وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ﴾ ''مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا کھا جائے۔'' تمہارے اس سے غفلت کرنے کی وجہ سے' کیونکہ وہ چھوٹا ہے اور اپنی حفاظت نہیں کر سکتا۔ ﴿قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ﴾ ''انہوں نے کہا' اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا اور ہم ایک قوی جماعت ہیں'' یعنی ہم ایک جماعت ہیں اور اس کی حفاظت کے حریص ہیں۔ ﴿اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ ''تب تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والے ہیں'' یعنی اگر بھیڑیا یوسف علیہ السلام کو ہم سے چھین کر کھا جائے تب تو ہم میں کوئی بھلائی اور کوئی نفع نہیں جس کی امید کی جا سکے۔ جب انہوں نے اپنے باپ کے سامنے ان تمام اسباب کو تمہید کے ساتھ بیان کیا جو یوسف علیہ السلام کو ساتھ بھیجنے کے داعی تھے اور عدم موانع کا ذکر کیا تو یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تفریح کے لیے ان کے ساتھ بھیج دیا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

پھر جب وہ لے گئے اسے، اور عزم کر لیا انہوں نے یہ کہ ڈال دیں وہ اسے تہ میں کنوئیں کی، اور وحی کی ہم نے اسکی طرف کہ تو ضرور خبر دے گا انہیں

بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑮ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ⑯ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ

انکے اس کام کی جب کہ وہ نہیں سمجھتے ہوں گے ○ اور آئے وہ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے ○ انہوں نے کہا، ابا جان!

اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ

بیشک گئے تھے ہم مقابلہ کرتے تھے ہم دوڑ کا اور چھوڑ دیا تھا ہم نے یوسف کو نزدیک اپنے سامان کے، پس کھا گیا اسے بھیڑیا، اور نہیں

اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ⑰ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ

تو یقین کرنے والا ہماری بات کا اگرچہ ہوں ہم سچے ○ اور (لگا) لائے وہ اوپر اس کی قمیص کے خون جھوٹا، یعقوب نے کہا،

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ

(حقیقت یہ نہیں) بلکہ بنا دی ہے تمہارے لئے تمہارے نفسوں نے ایک بات، سو صبر ہی بہتر ہے،

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ⑱

اور اللہ (اسی سے) مدد طلب کی جاتی ہے اس پر جو تم بیان کرتے ہو ○

یعنی جب وہ باپ کی اجازت کے بعد یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے گئے اور انہوں نے اپنے میں سے ایک کی رائے کے مطابق، جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں پھینکنے کا عزم کر لیا اور اب وہ اپنے فیصلے پر عمل کرنے کی قدرت رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے اپنے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو...... جو کہ اس وقت سخت خوف کی حالت میں تھے...... اپنے لطف و کرم سے نوازتے ہوئے، ان کی طرف وحی کی ﴿ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ ”کہ تو جتائے گا ان کو ان کا یہ کام اور وہ تجھ کو نہ جانیں گے“ یعنی آپ عنقریب اس معاملے میں ان پر عتاب کریں گے اور ان کو اس بارے میں آگاہ کریں گے اور انہیں اس معاملے کا شعور تک نہ ہوگا۔ اس میں جناب یوسف علیہ السلام کے لیے بشارت تھی کہ وہ اس مصیبت سے ضرور نجات پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت میں ان کو اپنے گھر والوں کے ساتھ اکٹھا کرے گا کہ عزت اور ملک کا اقتدار ان کے پاس ہوگا۔

﴿ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴾ ”اور وہ اندھیرا پڑتے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے“ تاکہ ان کے معمول کے مطابق آنے کے وقت سے تاخیر کرکے اور ان کا روتے دھوتے آنا ان کے حق میں دلیل اور ان کی صداقت کا قرینہ ہو۔ وہ جھوٹا عذر پیش کرتے ہوئے بولے: ﴿ يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ ﴾ ”ابا جان! ہم تو دوڑنے اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہو گئے۔“ ابا جان! ہم مقابلہ کرنے لگ گئے تھے۔ یہ ”مقابلہ“ یا تو دوڑ کا مقابلہ تھا یا تیر اندازی اور نیزہ بازی کا۔ ﴿ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا ﴾ ”اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے۔“ ہم نے سامان کی حفاظت اور یوسف علیہ السلام کے آرام کی خاطر اسے سامان کے پاس چھوڑ دیا

تھا ﴿ فَاَکَلَہُ الذِّئْبُ ﴾ ''تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔'' جب ہم مقابلہ کر رہے تھے تو ہماری عدم موجودگی میں اسے بھیڑیا کھا گیا ﴿ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴾ ''اور آپ ہماری بات کو گو ہم سچے بھی ہوں' باور نہیں کریں گے۔'' یعنی ہم یہ عذر پیش کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ ہماری بات نہیں مانیں گے' کیونکہ آپ کا دل یوسف علیہ السلام کے بارے میں سخت غم زدہ ہے۔ مگر آپ کا ہماری بات کو نہ ماننا اس بات سے مانع نہیں کہ ہم آپ کے سامنے حقیقی عذر پیش کریں اور یہ سب کچھ ان کے اپنے عذر پر تاکید کے لیے تھا۔

﴿ وَ ﴾ اور انہوں نے اپنی بات کو اس طرح مؤکد کیا ﴿ وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ﴾ ''وہ یوسف کی قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لائے'' اور دعویٰ کیا کہ یہ یوسف علیہ السلام کا خون ہے اور یہ خون اس وقت لگا تھا جب بھیڑیے نے یوسف کو کھایا تھا۔ مگر ان کے باپ نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا ﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ﴾ ''انہوں (یعقوب) نے کہا' بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنالائے ہو۔'' یعنی تمہارے نفس نے میرے اور یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے ایک برے کام کو تمہارے سامنے مزین کر دیا' کیونکہ قرائن و احوال اور یوسف علیہ السلام کا خواب' یعقوب علیہ السلام کے اس قول پر دلالت کرتے تھے۔ ﴿ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴾ ''اچھا صبر (کہ وہی) خوب (ہے) اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔'' یعنی رہا میں' تو میرا وظیفہ...... جس کو قائم رکھنا چاہتا ہوں...... یہ ہے کہ میں اس آزمائش پر صبر جمیل سے کام لوں گا۔ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کا شکوہ نہیں کروں گا۔ میں اپنے اس وظیفے پر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں۔ میں اپنی قوت و اختیار پر بھروسہ نہیں کرتا۔ جناب یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں اس امر کا وعدہ کیا اور اپنے خالق کے پاس اپنے اس صدمے کی شکایت ان الفاظ میں کی ﴿ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ﴾ (یوسف: ۱۲/۸۶) ''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی شکایت صرف اللہ کے پاس کرتا ہوں۔'' کیونکہ خالق کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں اور نبی جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔

وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا غُلٰمٌ ؕ

اور آیا قافلہ پس بھیجا انہوں نے اپنا پانی لانیوالا، پس لٹکایا اس نے اپنا ڈول تو کہا اس نے، واہ خوش خبری ہے! یہ تو لڑکا ہے،

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ⑲ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ

اور چھپایا انہوں نے اسے پونجی سمجھ کر اور اللہ خوب جانتا تھا اسے جو وہ کر رہے تھے ○ اور بیچ ڈالا انہوں نے اسے بہ قیمت ناقص'

دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ ⑳ ع ۲ ۱۲

(یعنی) چند درہموں میں گنتی کے اور تھے وہ اس کی بابت بے رغبت ○

جناب یوسف علیہ السلام کچھ عرصہ اس اندھے کنویں میں پڑے رہے ﴿ وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ ﴾ ''ایک قافلہ آ وارد

ہوا۔“ یہاں تک کہ ایک قافلہ آیا جو مصر جا رہا تھا ﴿ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ ﴾ ”انہوں نے اپنے ہراول سقے کو بھیجا“ اس سے مراد وہ شخص ہے جو قافلے کے لیے پانی تلاش کرتا ہے اور ان کے لیے حوض وغیرہ تیار کرتا ہے۔ ﴿ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ﴾ ”پس اس نے اپنا ڈول لٹکایا۔“ یعنی پانی تلاش کرنے والے اس سقے نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام اس ڈول سے چمٹ کر باہر آ گئے ﴿ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ﴾ یعنی وہ بہت خوش ہوا اور بولا ”یہ تو قیمتی غلام ہے“ ﴿ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ﴾ ”اور اس کو تجارت کا مال سمجھ کر چھپا لیا“ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی کہیں قریب ہی تھے۔ قافلے والوں نے یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں سے خرید لیا ﴿ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ ﴾ ”بہت ہی معمولی قیمت میں۔“ پھر اس کی تفسیر یوں بیان فرمائی: ﴿ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴾ ”چند درہموں میں اور وہ اس سے بیزار ہو رہے تھے“ کیونکہ ان کا مقصد تو صرف یوسف علیہ السلام کو غائب کر کے اپنے باپ سے جدا کرنا تھا۔ ان کا مقصد یوسف علیہ السلام کی قیمت حاصل کرنا نہ تھا۔

اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام اس قافلے کے ہاتھ لگ گئے تو قافلے والوں نے ان کے معاملے کو چھپانے کا عزم کر لیا‘ تاکہ وہ انہیں بھی اپنے سامان تجارت میں شامل کر لیں‘ حتیٰ کہ ان کے بھائی آ گئے اور انہوں نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں ظاہر کیا کہ وہ ان کا بھاگا ہوا غلام ہے۔ پس قافلے والوں نے انہیں اس معمولی قیمت پر خرید لیا اور انہوں نے قافلے والوں سے یقین حاصل کیا کہ وہ بھاگ نہ جائے۔ واللہ اعلم۔

وَقَالَ الَّذِى اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ

اور کہا اس شخص نے جس نے خریدا تھا یوسف کو مصر میں، اپنی بیوی سے اچھی طرح سے کرنا دیکھ بھال اسکی، امید ہے کہ وہ نفع دے ہمیں یا

نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ

یہ کہ بنالیں ہم اسے بیٹا، اور اسی طرح قوت دی ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں، اور تاکہ ہم سکھائیں اسے کچھ تعبیر کرنا باتوں (خواب) کی،

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾

اور اللہ غالب ہے اوپر اپنے (ہر) کام کے‘ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

یعنی قافلہ یوسف علیہ السلام کو لے کر مصر چلا گیا اور وہاں جا کر ان کو فروخت کر دیا اور عزیز مصر نے انہیں خرید لیا۔ جب عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تو وہ ان کو اچھے لگے‘ چنانچہ اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنی بیوی کو وصیت کرتے ہوئے کہا: ﴿ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ”اس کو عزت سے رکھ‘ شاید یہ ہمارے کام آئے یا ہم اس کو بیٹا بنا لیں“ یعنی یہ ہمیں یا تو اس طرح فائدہ دے گا جس طرح خدمت کے ذریعے سے غلام فائدہ دیتے ہیں یا ہم اس سے اس انداز سے فائدہ اٹھائیں گے جیسے اولاد سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ یہ بات اس نے اس لئے کہی کہ شاید ان کے ہاں اولاد نہ تھی۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ﴾ ”اسی طرح

ہم نے جگہ دی یوسف کو اس ملک میں'' یعنی جس طرح ہم نے نہایت آسان کر دیا کہ عزیز مصر یوسف علیہ السلام کو خرید لے اور آپ کو عزت و تکریم دے' تو اسی طریقے سے ہم نے یوسف علیہ السلام کے اقتدار عطا کرنے کے لیے راہ ہموار کی۔ ﴿وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ﴾ ''اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا'' یعنی انہیں کوئی شغل اور کوئی ہم و غم لاحق نہ رہا سوائے حصول علم کے اور یہ چیز ان کے لیے علم الاحکام اور علم التعبیر وغیرہ کے حصول کا باعث بن گئی۔

﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ﴾ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کا حکم نافذ ہے کوئی ہستی اسے باطل کر سکتی ہے نہ اللہ تعالیٰ پر غالب آ سکتی ہے۔ ﴿وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے'' اسی وجہ سے ان سے اللہ تعالیٰ کے احکام قدریہ کے مقابلے میں افعال سرزد ہوتے ہیں حالانکہ وہ انتہائی عاجز اور انتہائی کمزور ہیں' کوئی مقابلہ کرنے والا اللہ تعالیٰ پر غالب نہیں آ سکتا۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۲﴾

اور جب پہنچا یوسف اپنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسے حکم اور علم، اور اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ○

﴿وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ﴾ ''اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے۔'' یعنی جب جناب یوسف علیہ السلام کے قوائے حسیہ اور قوائے معنویہ اپنے درجہ کمال کو پہنچ گئے اور ان میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ نبوت اور رسالت کا بھاری بوجھ اٹھا سکیں۔ ﴿آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا﴾ ''تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا۔'' یعنی ہم نے ان کو نبی' رسول اور عالم ربانی بنا دیا۔ ﴿وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ''اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو'' یعنی جو پوری کوشش اور خیر خواہی سے خالق کی عبادت میں ''احسان'' سے کام لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچا کر ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں ہم ان کو ان کے اس احسان کے بدلے علم نافع عطا کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام مقام احسان پر فائز تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی قوت' علم کثیر اور نبوت عطا کی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ

اور پھسلایا اس نے اسکو کہ تھا وہ (یوسف) اسکے گھر میں' اسکے نفس سے' اور بند کر دیے اس (عورت) نے دروازے، اور کہا، لو آ جاؤ!

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ

یوسف نے کہا اللہ کی پناہ! وہ (عزیز) تو میرا آقا ہے، اچھا کیا اس نے میرا ٹھکانا' بیشک نہیں فلاح پاتے ظالم لوگ ○ اور البتہ تحقیق ارادہ کیا اس عورت نے

بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ

یوسف کا اور وہ بھی ارادہ کر لیتا اسکا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لی تھی اس نے برہان اپنے رب کی، اسی طرح (اسے برہان دکھائی) تاکہ ہم پھیر دیں اس سے برائی

وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ
اور بے حیائی کو، بیشک یوسف ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں میں سے تھا○ اور دوڑے وہ دونوں دروازے کو اور پھاڑ دی اس نے قمیص یوسف کی
مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ
پیچھے سے، اور پایا دونوں نے اسکے خاوند کو نزدیک دروازے کے، کہا اس عورت نے کیا سزا ہے اسکی جو ارادہ کرے تیری بیوی سے برائی کا، سوائے اسکے
اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِىَ رَاوَدَتْنِىْ عَنْ نَّفْسِىْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ
کہ وہ قید کیا جائے یا (دیا جائے) عذاب دردناک○ یوسف نے کہا، اسی نے ورغلایا مجھے میرے نفس سے اور گواہی دی ایک شاہد نے
مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾
اس عورت کے خاندان میں سے کہ اگر ہے قمیص یوسف کی پھٹی ہوئی آگے (کی طرف) سے تو وہ عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹوں میں سے ہے○
وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ
اور اگر ہے قمیص یوسف کی پھٹی ہوئی پیچھے سے تو جھوٹی ہے وہ عورت اور یوسف سچوں میں سے ہے○ پھر جب دیکھی عزیز نے اسکی قمیص
قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ
کہ وہ پھٹی ہوئی تھی پیچھے سے تو کہا عزیز نے بیشک یہ تم عورتوں کے مکر وفریب سے ہے، بلاشبہ تم عورتوں کا مکر وفریب بہت بڑا ہے○ اے یوسف درگزر کر
عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِىْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع
اس (بات) سے، اور (بیوی سے کہا) تو مغفرت طلب کر واسطے اپنے گناہ کے، بلاشبہ تو ہی ہے خطا کاروں میں سے○

۳ ع ۱۴

یہ عظیم آزمائش اس سے بہت بڑی تھی جو جناب یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کی طرف سے پیش آئی اور اس پر ان کا صبر کرنا بہت بڑے اجر کا موجب بنا' کیونکہ اس قبیح فعل کے وقوع کے لیے کثیر اسباب کے باوجود انہوں نے صبر کو اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو ان اسباب پر مقدم رکھا۔ اس لئے ان کا یہ صبر اختیاری تھا اور ان کو اپنے بھائیوں کے ہاتھوں جو آزمائش پیش آئی وہاں ان کا صبر اضطراری تھا۔ جیسے مرض اور دیگر تکالیف بندے کے اختیار کے بغیر اسے لاحق ہوتی ہیں جن میں طوعاً یا کرہاً صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں اور آزمائش کا یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر کے گھر میں نہایت عزت و اکرام کے ساتھ رہ رہے تھے۔ وہ کامل حسن و جمال اور مردانہ وجاہت کے حامل تھے اور یہی چیز ان کی آزمائش کا موجب بنی۔ ﴿وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔'' یعنی یوسف علیہ السلام جس عورت کے غلام اور اس کے زیردست تھے اس نے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ وہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے جہاں کسی شعور اور احساس کے بغیر اس مکروہ فعل کے مواقع میسر تھے اور اس سے بھی بڑھ کر مصیبت یہ نازل ہوئی کہ ﴿وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ﴾ ''اس نے دروازے بند کر دیئے'' اور مکان خالی ہو گیا اور

دروازوں کو بند کردینے کی بنا پر کسی کے وہاں آنے کا ڈر نہ رہا۔ اس عورت نے جناب یوسف علیہ السلام کو اپنے ساتھ بدکاری کی دعوت دی۔ ﴿وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ﴾ ”کہنے لگی، جلدی آؤ۔“ یعنی میرے پاس آؤ اور میرے ساتھ یہ فعل بد سرانجام دو۔

اس کے باوجود کہ یوسف علیہ السلام ایک غریب الوطن شخص تھے اور ایسا شخص اس طرح اپنے غصے اور ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کرسکتا جس طرح وہ اپنے وطن میں جان پہچان کے درمیان ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور وہ اس عورت کے اسیر تھے اور وہ عورت ان کی آقا تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عورت میں حسن و جمال تھا۔ یوسف علیہ السلام خود جوان اور غیر شادی شدہ تھے اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ عورت دھمکی دے رہی تھی کہ اگر یوسف (علیہ السلام) نے اس کی خواہش پوری نہ کی تو وہ انہیں قید خانے میں بھجوا دے گی یا انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردے گی۔

مگر بایں ہمہ، جناب یوسف علیہ السلام اپنے اندر اس فعل کا قوی داعیہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے رکے رہے، کیونکہ جس فعل کا ارادہ انہوں نے کرلیا تھا اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کردیا اور اللہ تعالیٰ کی مراد کو اپنے نفس کی مراد پر مقدم رکھا جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے۔ انہیں اپنے رب کی برہان نظر آئی، یعنی ان کے پاس جو علم و ایمان تھا وہ اس بات کا موجب تھا کہ وہ ہر اس چیز کو ترک کردیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے یہ برہان حق ان کو اس بڑے گناہ سے دور رکھنے کی باعث تھی۔

﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ ”انہوں نے کہا، اللہ کی پناہ“ یعنی میں اس انتہائی قبیح فعل کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے سے دور کردیتا ہے، نیز یہ فعل اپنے آقا کے حق میں خیانت ہے جس نے مجھے عزت و تکریم سے نوازا۔ پس مجھے یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ میں اس کی بیوی کے ساتھ اس بدترین فعل کے ذریعے سے اس کے احسانات کا بدلہ دوں۔ یہ تو سب سے بڑا ظلم ہے اور ظالم کبھی فلاح نہیں پاتا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اس قبیح فعل سے جن امور کو موانع قرار دیا وہ تھے تقوائے الٰہی، اپنے آقا کے حق کی رعایت جس نے ان کو عزت و اکرام سے نوازا تھا اور اپنے آپ کو ظلم کرنے سے بچانا جس کا مرتکب کبھی فلاح نہیں پاتا۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو ایمان کی برہان حق سے نوازا جو ان کے قلب میں جاگزیں تھا جو ان سے اوامر الٰہی کی اطاعت اور نواہی سے اجتناب کا تقاضا کرتا تھا...... اس پورے معاملے میں جامع بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے بدی اور بے حیائی کو دور کردیا تھا، کیونکہ وہ ان بندوں میں سے تھے جو اپنی عبادات میں اخلاص سے کام لیتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا اور اپنے لئے خاص کرلیا اور ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کردی اور تمام ناپسندیدہ امور کو ان سے دور کردیا۔ بنابریں وہ اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق میں سے تھے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام اس عورت کی طرف سے بدی کی سخت ترغیب کے باوجود اس کی خواہش پوری کرنے سے ممتنع رہے اور وہ اس عورت سے اپنے آپ کو چھڑا کر دروازے کی طرف تیزی سے بھاگے' تاکہ وہ بھاگ کر اس فتنہ سے بچ کر نکل جائیں تو وہ عورت بھی ان کی پیچھے بھاگی اور پیچھے سے ان کی قمیص کا دامن پکڑ لیا اور ان کی قمیص پھاڑ ڈالی۔ جب وہ دونوں اس حالت میں دروازے پر پہنچے تو انہوں نے دروازے پر عورت کے خاوند کو موجود پایا اس نے یہ معاملہ دیکھا تو اسے سخت شاق گزرا۔ اس عورت نے فوراً جھوٹ گھڑ لیا اور دعویٰ کیا کہ یوسف اس کے ساتھ زیادتی کرنا چاہتا تھا اور کہنے لگی: ﴿ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا ﴾ ''اس شخص کی کیا سزا ہے جو تیری بیوی کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے'' اور یہ نہیں کہا (مَنْ فَعَلَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا) ''جس نے تیری بیوی کے ساتھ برائی کی'' کیونکہ وہ اپنے آپ کو اور یوسف علیہ السلام کو اس فعل سے بری ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ تمام نزاع تو صرف برائی کے ارادے اور ڈورے ڈالنے کے بارے میں تھا۔ ﴿ اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ ''مگر یہی کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا اسے دردناک سزا دی جائے''۔

یوسف علیہ السلام نے اس الزام سے' جو اس عورت نے لگایا تھا' اپنے آپ کو بری کرتے ہوئے کہا: ﴿ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ ﴾ ''اسی نے مجھ کو مائل کرنا چاہا تھا۔'' اس صورت حال میں دونوں کی صداقت کا احتمال تھا مگر یہ معلوم نہیں کیا جا سکتا تھا کہ دونوں میں سے کون سچا ہے؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حق اور صداقت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر فرمائی ہیں۔ جو حق کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جنہیں بسا اوقات بندے جانتے ہیں اور بسا اوقات نہیں جانتے' چنانچہ اس قضیہ میں اللہ تعالیٰ نے سچے کی پہچان سے نوازا' تاکہ اس کے نبی اور چنیدہ بندے' جناب یوسف علیہ السلام کی براءت کا اظہار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے گھر والوں میں سے ایک شاہد کو کھڑا کر دیا اور اس نے قرینے کی گواہی دی کہ جس کے پاس یہ قرینہ موجود ہوگا وہی سچا ہے۔ اس گواہ نے کہا: ﴿ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴾ ''اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہے تو وہ عورت سچی ہے اور وہ جھوٹا ہے'' کیونکہ یہ صورت حال دلالت کرتی ہے کہ یوسف علیہ السلام ہی بڑھ کر اس عورت پر ہاتھ ڈالنے والے' اس کو پھسلانے والے اور زور آزمائی کرنے والے تھے اور وہ عورت تو بس اپنی مدافعت کر رہی تھی اور اس نے اپنی مدافعت کی حالت میں اس جانب سے یوسف کا کرتہ پھاڑ ڈالا۔ ﴿ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور اگر اس کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے' تو وہ عورت جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے'' کیونکہ یہ صورت حال جناب یوسف علیہ السلام کے اپنے آپ کو چھڑا کر بھاگنے پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ عورت ہی ہے جس نے یوسف علیہ السلام پر ڈورے ڈالنے چاہے اور اس طرح کرتہ اس جانب سے پھٹ گیا۔

﴿ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ ﴾ ''پس جب عزیز مصر نے ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا'' تو اسے جناب

یوسف علیہ السلام کی صداقت اور ان کی براءت کا یقین ہو گیا' نیز یہ کہ عورت جھوٹی ہے' تو عورت کے شوہر نے اس سے کہا: ﴿ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴾ ''یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا' یقیناً تمہارا فریب بڑا ہے'' اس سے بڑھ کر کوئی اور فریب ہو سکتا ہے کہ اس عورت نے بدی کا ارادہ کیا' اس کا ارتکاب کرنے کی کوشش کی پھر اپنے آپ کو بری قرار دے کر اپنا کرتوت اللہ تعالیٰ کے نبی جناب یوسف علیہ السلام کے سر تھوپ دیا۔

جب اس عورت کے شوہر کے سامنے سارا معاملہ متحقق ہو گیا تو اس نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا ﴿ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ﴾ ''یوسف! جانے دو اس ذکر کو'' یعنی اس واقعہ کے بارے میں کوئی بات نہ کرو' اسے بھول جاؤ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔ وہ اپنی بیوی کے فعل پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا۔ ﴿ وَاسْتَغْفِرِيْ ﴾ ''اے عورت! بخشش مانگ'' ﴿ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴾ ''اپنے گناہ پر' بے شک تو ہی گناہ گار تھی'' اس شخص نے یوسف علیہ السلام کو اس تمام معاملے کو نظر انداز کرنے کی درخواست کی اور اس عورت کو توبہ و استغفار کا حکم دیا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا

اور کہا عورتوں نے شہر (مصر) میں کہ عزیز مصر کی بیوی نے پھسلایا (ورغلایا) اپنے غلام کو اسکے نفس سے، تحقیق غالب آ گیا ہے یوسف اس پر

حُبًّا ۭ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ

از روئے محبت کے، بیشک ہم البتہ دیکھتی ہیں اسے گمراہی ظاہر میں ○ پس جب اس عورت نے سنی ملامت انکی تو اس نے (پیغام) بھیجا انکی طرف (بلانے کو)

وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ

اور تیار کیں ان کے لیے نشست گاہیں، اور دی اس نے ہر ایک عورت کو ان میں سے ایک چھری، اور کہا (یوسف سے) نکل

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ۭ

ان پر، پس جب ان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو بہت بڑا جانا اسے اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ، اور بولیں، حاشا للہ! (پاکیزگی اللہ کی) نہیں ہے یہ بشر،

اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝۳۱ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ۭ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

نہیں ہے یہ مگر فرشتہ نہایت معزز ○ اس نے کہا، پس یہی تو ہے وہ شخص کہ ملامت کی تم نے مجھے اسکے بارے میں، اور البتہ تحقیق ورغلایا تھا میں نے اسے

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ۭ وَلَىِٕنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝۳۲

اسکے نفس سے، پس وہ بچ گیا، اور البتہ اگر نہ کیا اس نے جو حکم دیتی ہوں میں اسے تو ضرور قید کیا جائے گا اور یقیناً ہو گا بے عزت ہونے والوں میں سے ○

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

یوسف نے کہا، اے رب! قید خانہ زیادہ پسند ہے مجھے اس سے کہ بلاتی ہیں یہ عورتیں مجھے اسکی طرف، اور اگر نہ پھیرے گا تو مجھ سے ان کا مکر

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۳ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ

تو مائل ہو جاؤں گا میں طرف انکی اور ہو جاؤں گا میں جاہلوں میں سے ○ پس قبول کر لی (دعاء) اسکی اسکے رب نے، سو پھیر دیا اس نے اس سے مکر ان عورتوں کا،

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ

بے شک وہی ہے خوب سننے والا، خوب جاننے والا ○ پھر ظاہر ہوا واسطے ان کے بعد اس کے کہ دیکھ لیں انہوں نے نشانیاں

لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

کہ بہر صورت قید کریں وہ لوگ اس (یوسف) کو کچھ وقت تک ○

یعنی اس واقعے کی خبر مشہور ہوگئی اور تمام شہر میں پھیل گئی اور اس بارے میں عورتوں نے چہ میگوئیاں کیں اور عزیز مصر کی بیوی کو ملامت کرنے لگیں اور کہنے لگیں: ﴿ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ﴾ ’’عزیز کی بیوی‘ پھسلاتی ہے اپنے غلام کو اس کے جی سے‘ اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہو گیا ہے‘‘ یہ کام بہت برا ہے یہ عورت ایک انتہائی معزز شخص کی معزز بیوی ہے‘ بایں ہمہ وہ اپنے غلام پر ڈورے ڈالتی رہی ہے جو زیر دست اور اس کی خدمت پر مامور تھا‘ اس کے باوجود اس عورت کے دل میں اس غلام کی محبت جاگزیں ہوگئی ﴿ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ﴾ ’’اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی۔‘‘ یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت عورت کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی ہے۔ یہ محبت کا انتہائی درجہ ہے۔ ﴿ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ’’یقیناً ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں۔‘‘ یہ عورت اس حالت کو پہنچ گئی ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں‘ یہ حالت لوگوں کے ہاں اس کی قدر و قیمت گھٹا دے گی۔ ان عورتوں کا اس قول سے مجرد ملامت اور محض لعن طعن مقصود نہیں تھا‘ بلکہ یہ ان کی ایک چال تھی۔ وہ درحقیقت یہ بات کہہ کر جناب یوسف علیہ السلام تک رسائی حاصل کرنا چاہتی تھیں جن کی وجہ سے عزیز مصر کی بیوی فتنے میں پڑ گئی...... تاکہ یہ بات سن کر عزیز مصر کی بیوی غصے میں آئے اور ان کے سامنے آپ کو معذور ظاہر کرنے کے لیے یوسف علیہ السلام کا دیدار کروا دے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو مکر قرار دیا۔

چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ ﴾ ’’جب اس نے ان کا فریب سنا تو ان کو بلوا بھیجا‘‘ ان کو اپنے گھر ایک ضیافت پر بلایا ﴿ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً ﴾ ’’اور ان کے لئے ایک مجلس تیار کی‘‘ ان کے لیے ایک ایسی جگہ تیار کی جہاں مختلف اقسام کے فرش بچھے ہوئے تھے جن پر تکئے لگے ہوئے تھے اور کھانے سجے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں اس ضیافت میں عزیز مصر کی بیوی نے کچھ ایسے کھانے بھی پیش کئے جن میں چھری کے استعمال کی ضرورت پڑتی ہے‘ مثلاً لیموں وغیرہ۔ ﴿ وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا ﴾ ’’اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دی‘‘ تاکہ اس چھری سے وہ مخصوص کھانا کاٹ سکیں۔ ﴿ وَّقَالَتِ ﴾ اور یوسف علیہ السلام سے بولی: ﴿ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ﴾ ’’ان کے سامنے نکل آؤ‘‘ اپنے پورے جمال اور رعنائیوں کے ساتھ ان عورتوں کے سامنے آؤ۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ ﴾ ’’پس جب انہوں نے اسے دیکھا تو اسے بہت بڑا سمجھا‘‘ یعنی اپنے دل میں اسے بہت بڑا سمجھا اور انہیں ایک نہایت عمدہ اور سحر انگیز منظر نظر آیا کہ اس سے پہلے انہوں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

﴿وَقَطَّعْنَ﴾ ”اور کاٹ لئے انہوں نے“ یعنی تحیر اور مدہوشی میں ﴿اَيْدِيَهُنَّ﴾ ”اپنے ہاتھ“ ان چھریوں سے جو ان کے پاس تھیں اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ ﴿وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ﴾ ”اور کہنے لگیں اللہ تعالیٰ پاک ہے“۔ ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ ”یہ شخص انسان نہیں ہے‘ یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے“ اس کی وجہ یہ تھی کہ جناب یوسف علیہ السلام کو بے پناہ حسن و جمال‘ نورانیت اور مردانہ وجاہت عطا کی گئی تھی جو دیکھنے والوں کے لیے ایک نشانی اور غور کرنے والوں کے لیے عبرت تھی۔

جب ان عورتوں کے سامنے یوسف علیہ السلام کا ظاہری جمال متحقق ہو گیا اور یوسف علیہ السلام ان کو بہت ہی اچھے لگے‘ تو عزیز مصر کی بیوی پر ان کا بہت کچھ عذر ظاہر ہو گیا۔ پھر اس نے چاہا کہ وہ ان عورتوں کو یوسف علیہ السلام کے باطنی جمال...... یعنی عفت کامل...... کا نظارہ کروائے چنانچہ اس عورت نے کسی چیز کی پروا کئے بغیر‘ کیونکہ آج عورتوں کی طرف سے ملامت منقطع ہو گئی تھی...... یوسف علیہ السلام سے اپنی شدید محبت کا اعلان کرتے ہوئے کہا: ﴿فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ”یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھا تم نے مجھ کو اس کے بارے میں اور میں نے پھسلایا تھا اس کو اس کے جی سے‘ پس اس نے اپنے کو بچا لیا“ یعنی اس نے اپنے آپ کو بچا لیا گویا وہ اب بھی یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے موقف پر قائم تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بے قراری‘ محبت اور شوق وصال میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔ لہٰذا اس نے ان عورتوں کی موجودگی میں یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ﴾ ”اگر اس نے وہ کام نہ کیا‘ جس کا حکم میں اس کو دے رہی ہوں‘ تو یہ یقیناً قید کر دیا جائے گا اور بے عزت ہو گا“ تاکہ وہ اس دھمکی کے ذریعے سے جناب یوسف علیہ السلام سے اپنا مقصد حاصل کر سکے۔

تب یوسف علیہ السلام نے اپنے رب سے پناہ مانگی اور ان عورتوں کے مکر و فریب کے مقابلے میں اپنے رب سے مدد کے طلب گار ہوئے ﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ﴾ ”انہوں نے کہا‘ اے رب! مجھے قید اس سے زیادہ پسند ہے جس طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں“ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی مالکہ کا حکم مانیں اور ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو فریب سے پھسلانا شروع کر دیا تھا۔ اس لئے یوسف علیہ السلام نے اس لذت کے مقابلے میں‘ جو اخروی عذاب کی موجب ہے‘ قید خانے اور دنیاوی عذاب کو پسند کیا۔

﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ﴾ ”اور اگر تو نے ان عورتوں کی چالوں اور مکر و فریب کو مجھ سے دور نہ کیا تو میں ان کی طرف مائل ہو کر ان کے دام میں پھنس جاؤں گا“ کیونکہ میں تو ایک عاجز اور کمزور بندہ ہوں ﴿وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ”اور میں جاہلوں سے ہو جاؤں گا“ کیونکہ یہ سب جہالت کا کام ہے‘ کیونکہ جاہل

ختم ہو جانے والی قلیل لذت کو جنت میں حاصل ہونے والی دائمی لذات اور انواع و اقسام کی شہوات پر ترجیح دیتا ہے اور جو دنیا کی اس لذت کو جنت کی لذتوں پر ترجیح دیتا ہے اس سے بڑھ کر جاہل کون ہے؟ علم و عقل ہمیشہ بڑی مصلحت اور دائمی لذت کو مقدم رکھنے اور ان امور کو ترجیح دینے کی دعوت دیتے ہیں جن کا انجام قابل ستائش ہوتا ہے۔

﴿فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ﴾ ''تو اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی۔'' جب یوسف علیہ السلام نے دعا مانگی' اللہ تعالیٰ نے اسے قبول فرما لیا ﴿فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ﴾ ''پس ان سے ان عورتوں کا فریب پھیر دیا'' وہ عورت جناب یوسف علیہ السلام پر ڈورے ڈال کر ان کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کی کوشش کرتی رہی اور اس سلسلے میں وہ تمام وسائل استعمال کرتی رہی جو اس کی قدرت و اختیار میں تھے۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام نے اس کو مایوس کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس مکر و فریب کو یوسف علیہ السلام سے رفع کر دیا۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ﴾ اللہ تعالیٰ دعا مانگنے والے کی دعا کو سنتا ہے ﴿الْعَلِيْمُ﴾ اور اس کی نیک نیت اور کمزور فطرت کو خوب جانتا ہے جو اس کی مدد' معاونت اور اس کے لطف و کرم کا تقاضا کرتی ہے۔ پس یہ دعا تھی جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے جناب یوسف علیہ السلام کو اس فتنہ اور بہت بڑی آزمائش سے نجات دی۔

رہے ان کے آقا تو جب یہ خبر مشہور ہوئی اور بات کھل گئی تو لوگوں میں سے کسی نے ان کو معذور سمجھا' کسی نے ملامت کی اور کسی نے جرح و قدح کی۔ ﴿بَدَا لَهُمْ﴾ ''ان پر ظاہر ہوا۔'' ﴿مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ﴾ ایسی نشانیاں دیکھنے کے بعد جو یوسف علیہ السلام کی براءت پر دلالت کرتی تھیں ﴿لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ''کہ ایک وقت تک ان کو قید میں رکھیں'' تا کہ اس طرح خبر منقطع ہو جائے اور لوگ اس واقعہ کو بھول جائیں' کیونکہ جب کوئی خبر شائع ہو جاتی ہے تو اس کا ذکر عام ہونے لگتا ہے اور وجود اسباب کے باعث یہ خبر پھیلتی چلی جاتی ہے۔ جب اسباب معدوم ہو جاتے ہیں اس واقعہ کو بھلا دیا جاتا ہے...... چنانچہ انہوں نے اس میں یہی مصلحت دیکھی تو یوسف علیہ السلام کو قید خانے میں ڈال دیا۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ

اور داخل ہوئے اسکے ساتھ قید خانے میں دو جوان، ان میں سے ایک نے کہا، بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے آپکو کہ نچوڑ رہا ہوں میں شراب، اور کہا

الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا

دوسرے نے بیشک میں دیکھتا ہوں اپنے آپکو کہ اٹھا رہا ہوں میں اوپر اپنے سر کے روٹی' کھا رہے ہیں پرندے اس میں سے، بتلا تو ہمیں تعبیر اسکی، بیشک ہم

نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ

دیکھتے ہیں تجھے احسان کرنیوالوں میں سے ○ یوسف نے کہا نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس کھانا جو دیئے جاتے ہو تم وہ مگر بتلا دوں گا میں تمہیں تعبیر اسکی

قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

پہلے اس سے کہ وہ آئے تمہارے پاس، یہ ان چیزوں میں سے ہے جو سکھائیں مجھے میرے رب نے، یقیناً میں نے چھوڑ دیا دین ان لوگوں کا جو نہیں ایمان لاتے

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (٣٧) وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ
اللہ کے ساتھ، اور وہ ساتھ آخرت کے بھی کفر کرنے والے ہیں ○ اور میں نے پیروی کی دین کی اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق
وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا
اور یعقوب کے، نہیں جائز واسطے ہمارے یہ کہ شریک ٹھہرائیں ہم ساتھ اللہ کے کسی چیز کو، یہ ہے فضل سے اللہ کے اوپر ہمارے
وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (٣٨) يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ
اور اوپر تمام لوگوں کے، لیکن اکثر لوگ نہیں شکر کرتے ○ اے میرے دونوں ساتھیو قید خانے کے! کیا معبود
مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (٣٩) ۭ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً
متفرق بہتر ہیں یا اللہ ایک نہایت غالب؟ ○ نہیں عبادت کرتے تم سوائے اسکے مگر چند ناموں کی
سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ
جو نام رکھے ہیں خود ہی تم نے وہ، تم نے اور تمہارے باپ دادا نے، نہیں نازل کی اللہ نے انکی کوئی دلیل، نہیں ہے حکم مگر اللہ ہی کا،
اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (٤٠)
اس نے حکم دیا یہ کہ نہ عبادت کرو تم مگر صرف اسی کی، یہی ہے دین سیدھا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ○

﴿وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ﴾ ''اور ان کے ساتھ دو اور جوان بھی قید خانے میں داخل ہوئے۔'' جب یوسف علیہ السلام قید خانے میں ڈالے گئے تو ان کے ساتھ دو اور نوجوان بھی قید کیے گئے۔ ان دونوں نوجوان قیدیوں نے خواب دیکھا، انہوں نے تعبیر پوچھنے کی غرض سے اپنا اپنا خواب یوسف علیہ السلام کو سنایا ﴿قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا﴾ ''ان میں سے ایک نے کہا، میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا، میں دیکھتا ہوں کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھا رہا ہوں'' اور یہ روٹی ﴿تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ﴾ ''پرندے کھا رہے ہیں۔'' ﴿نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ﴾ ''ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجیے۔'' یعنی اس کی تفسیر سے ہمیں آگاہ کیجیے کہ اس خواب کا انجام کیا ہوگا۔ ان دونوں نوجوان قیدیوں نے کہا: ﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بے شک ہم آپ کو بھلائی کرنے والا دیکھتے ہیں'' یعنی آپ مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے والے ہیں۔ آپ ہمیں ہمارے خوابوں کی تعبیر بتا کر ہم پر احسان کیجیے جیسا کہ آپ نے دوسرے لوگوں پر احسان کیا ہے۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے احسان کو وسیلہ بنایا۔

﴿قَالَ﴾ یوسف علیہ السلام نے ان کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا﴾ ''جو کھانا تم کو ملنے والا ہے وہ آنے نہیں پائے گا کہ میں اس سے پہلے تم کو ان کی تعبیر بتا دوں گا۔'' یعنی تمہیں دلی اطمینان ہونا چاہیے کہ میں تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر ضرور بتاؤں گا میں

تمہارا کھانا آنے سے بھی پہلے تمہیں تمہارے خواب کی تعبیر بتا دوں گا۔

شاید یوسف علیہ السلام یہ ارادہ رکھتے تھے کہ اس حال میں، جب کہ ان قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حاجت محسوس کی وہ ان قیدیوں کو ایمان کی دعوت دیں، تاکہ یہ حال ان کی دعوت کے لیے زیادہ مفید اور ان قیدیوں کے لیے زیادہ قابل قبول ہو۔ پھر یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ذٰلِكُمَا﴾ یعنی یہ تعبیر جو میں تم دونوں کو بتاؤں گا ﴿مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ﴾ ''یہ اس علم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے عطا کیا ہے۔'' نیز اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا اور وہ احسان یہ ہے ﴿اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''میں نے اس قوم کا دین چھوڑا جو اللہ پر یقین نہیں رکھتی اور وہ آخرت کے منکر ہیں'' (ترک) کا اطلاق جس طرح اس داخل ہونے والے پر ہوتا ہے جو داخل ہونے کے بعد وہاں سے منتقل ہو جاتا ہے اسی طرح اس شخص پر بھی ہوتا ہے جو اصلاً اس میں داخل ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ اس سے پہلے یوسف علیہ السلام ملت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ کسی اور ملت پر تھے۔

﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ ''اور میں نے پیروی کی اپنے باپ دادا کی ملت کی، ابراہیم، اسحق اور یعقوب کی'' اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے ملت ابراہیم علیہ السلام کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ﴾ ''ہمارے لائق نہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں'' یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے ہیں اور اسی کے لیے دین اور عبودیت کو خالص کرتے ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ﴾ ''یہ ہم پر اللہ کی بہترین نوازش اور اس کا فضل و احسان ہے۔'' ''یہ احسان ان لوگوں پر بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرح راہ ہدایت پر گامزن کیا ہے'' کیونکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی اس نوازش اور عنایت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں کہ وہ ان کو اسلام اور دین قویم سے نواز دے۔

پس جو کوئی اسے قبول کر لیتا ہے اور اس کی اطاعت کرتا ہے، تو یہ اس کی خوش نصیبی ہے وہ سب سے بڑی نعمت اور جلیل ترین فضیلت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے'' اسی لئے ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی نوازشیں اور احسانات آتے ہیں مگر وہ انہیں قبول نہیں کرتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے کسی حق کو قائم کرتے ہیں۔

یہ بات مخفی نہیں کہ اس میں اس راستے کی اتباع کی ترغیب ہے جس پر خود جناب یوسف علیہ السلام گامزن تھے۔

یوسف علیہ السلام نے چونکہ ان نوجوانوں کے بارے میں یہ چیز محسوس کر لی تھی کہ وہ ان کی عزت و تکریم کرتے ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام ایک اچھے اور تعلیم دینے والے شخص ہیں...... اس لئے جناب یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کو بتایا کہ میری یہ حالت، جس پر میں اس وقت ہوں، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر

احسان فرمایا کہ میں شرک سے بچ گیا اور میں نے اپنے آباء و اجداد کی ملت کی اتباع کی اور میں اس مقام پر پہنچ گیا جہاں تم مجھے دیکھ رہے ہو تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ تم بھی اس راستے پر چلو جس پر میں چل رہا ہوں۔

پھر یوسف علیہ السلام نے نہایت صراحت کے ساتھ ان دونوں کو توحید کی دعوت دی۔ فرمایا: ﴿ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ ”اے قید کے ساتھیو! کیا متفرق معبود بہتر ہیں یا ایک غالب اللہ“ یعنی عاجز اور کمزور معبود جو کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، جو کسی کو عطا کر سکتے ہیں نہ محروم کر سکتے ہیں یہ معبود شجر و حجر، فرشتوں، مردہ ہستیوں اور دیگر مختلف قسم کے معبودوں میں بکھرے ہوئے اور منقسم ہیں جن کو ان مشرکین نے معبود بنا رکھا ہے کیا یہ معبودان اچھے ہیں ﴿ اَمِ اللّٰهُ ﴾ ”یا اللہ“ جو صفات کمال کا مالک ہے ﴿ الْوَاحِدُ ﴾ وہ اپنی ذات و صفات اور افعال میں یکتا ہے۔ ان تمام امور میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ﴿ الْقَهَّارُ ﴾ اس کے قہر اور تسلط کے سامنے تمام کائنات سرافگندہ ہے وہ جو چیز چاہتا ہے ہو جاتی ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتی۔ ﴿ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ﴾ (هود: ١١/٥٦) ”جو بھی چلنے پھرنے والا جاندار ہے اس کی پیشانی اس کے قبضہ اختیار میں ہے“۔ یہ بات معلوم ہے کہ جس ہستی کی یہ شان اور یہ وصف ہو وہ ان متفرق معبودوں سے بہتر ہے جو محض گھڑے ہوئے نام ہیں جو کسی کمال اور فعل سے عاری ہیں۔

بنا بریں یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ﴾ ”تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ صرف نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں“ یعنی تم نے ان کو معبود کا نام دے دیا ہے حالانکہ یہ کچھ بھی نہیں اور نہ ان میں الوہیت کی صفات میں سے کوئی صفت ہے۔ ﴿ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ﴾ ”اللہ نے ان پر کوئی دلیل نازل نہیں کی“ بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت کی ممانعت نازل کر کے ان کا باطل ہونا واضح کیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے ان معبودان باطل کے حق میں کوئی دلیل نازل نہیں کی اس لئے کوئی طریقہ، کوئی وسیلہ اور کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے ان کا استحقاق عبودیت ثابت ہوتا ہو۔

﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ﴾ ”اللہ اکیلے کے سوا کسی کا حکم نہیں“ وہی ہے جو حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے، وہی ہے جو تمام شرائع اور احکام کو مشروع کرتا ہے اور وہی ہے ﴿ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ ”جس نے حکم دیا کہ عبادت صرف اسی کی کرو، یہی سیدھا مضبوط دین ہے“ یعنی یہی صراط مستقیم ہے جو ہر بھلائی کی منزل تک پہنچاتا ہے، دیگر تمام ادیان سیدھی راہ سے محروم ہیں، بلکہ یہ ٹیڑھے راستے ہیں اور ہر برائی تک پہنچاتے ہیں۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ مگر اکثر لوگ اشیاء کے حقائق کو نہیں جانتے۔ ورنہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کے ساتھ شرک میں فرق سب سے زیادہ واضح اور نمایاں چیز ہے۔ مگر اکثر لوگ علم سے محروم ہونے کی وجہ سے

شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

اے میرے دونوں ساتھیو قید خانے کے! لیکن ایک تو تم دونوں میں سے پس وہ پلائے گا اپنے مالک کو شراب، اور لیکن دوسرا، سو وہ سولی دیا جائے گا

فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ ﴿۴۱﴾

اور کھائیں گے پرندے اس کے سر میں سے، فیصلہ کیا گیا ہے اس معاملے کا، وہ جس کی بابت تم مجھ سے پوچھتے تھے ○

پس یوسف علیہ السلام نے قید کے دونوں ساتھیوں کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اخلاص کی طرف دعوت دی' تو یہ احتمال بھی ہے کہ ان دونوں ساتھیوں نے یوسف علیہ السلام کی دعوت قبول اور آپ کی اطاعت اختیار کر لی ہو اور اللہ کی نعمت کا ان پر اتمام ہو گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اپنے شرک پر جمے رہے ہوں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی ہو۔ پھر یوسف علیہ السلام نے ان دونوں کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کے مطابق ان کے خوابوں کی تعبیر بتانا شروع کی۔ فرمایا: ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا﴾ ''میرے جیل خانے کے رفیقو! تم میں سے ایک۔'' یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نکال رہا ہے۔ اس کے بارے میں یوسف علیہ السلام نے بتایا کہ وہ قید سے آزاد ہو گا ﴿فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا﴾ ''پس وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔'' یعنی وہ اپنے آقا کو جس کی وہ خدمت کیا کرتا تھا شراب پلائے گا اور یہ تعبیر اسکے قید سے نکلنے کو مستلزم تھی۔ ﴿وَاَمَّا الْاٰخَرُ﴾ ''رہا دوسرا قیدی'' جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہے اور پرندے روٹیاں کھا رہے ہیں ﴿فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ﴾ ''وہ سولی دیا جائے گا اور جانور اس کا سر کھا جائیں گے۔'' یوسف علیہ السلام نے روٹیاں سر پر اٹھانے کی جن کو پرندے کھا رہے ہوں' یہ تعبیر بتلائی کہ اس کا سر قلم کیا جائے گا۔ اس کے سر کا گوشت' چربی اور مغز جدا کئے جائیں گے' اس کو دفن نہیں کیا جائے گا اور نہ اسے پرندوں سے بچایا جائے گا' بلکہ اسے ایسی جگہ صلیب پر لٹکایا جائے گا جہاں پرندے اس کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ جناب یوسف علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ خواب کی یہ تعبیر' جو انہوں نے ان کو بتائی ہے پوری ہو کر رہے گی۔ فرمایا ﴿قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ﴾ ''جو امر تم مجھ سے پوچھتے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔'' یعنی جس معاملے کی تعبیر و تفسیر کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ

اور کہا اسے کہ گمان کیا تھا (اس کو) کہ وہ نجات پانے والا ہے ان دونوں میں سے تو ذکر کرنا میرا اپنے مالک کے ہاں، پس بھلوا دیا اسے شیطان نے

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕع ﴿۴۲﴾

ذکر کرنا اپنے مالک کے پاس، سو ٹھہرا رہا یوسف قید خانے میں کئی سال ○

ع ۵ ۱۵

﴿وَقَالَ﴾ یعنی یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا﴾ ''اس شخص سے جس کی بابت انہوں نے گمان کیا تھا کہ وہ بچے گا'' یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب پلا رہا ہے۔ ﴿اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا'' یعنی اس کے پاس میرے قصے اور میرے معاملے کا ذکر کرنا شاید وہ نرم پڑ جائے اور مجھے اس قید خانے سے نکال دے۔ ﴿فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ﴾ ''لیکن شیطان نے ان کا اپنے آقا سے ذکر کرنا بھلا دیا۔'' یعنی قید سے نجات پانے والے اس شخص کو شیطان نے اللہ تعالیٰ کا ذکر فراموش کرا دیا① اور نیز ہر اس چیز کو فراموش کرا دیا جو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا باعث تھی اور انہی چیزوں میں یوسف علیہ السلام کا تذکرہ بھی تھا جو اس چیز کے مستحق تھے کہ بہترین اور کامل ترین بھلائی کے ساتھ ان کو بدلہ دیا جاتا۔ یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا حکم پورا ہو۔ ﴿فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ﴾ ''پس ٹھہرے رہے یوسف علیہ السلام جیل میں کئی سال'' (بِضْعَ) کا اطلاق تین سے لے کر نو تک کے عدد پر ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سات برس تک قید میں رہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے چاہا کہ اس کا حکم پورا ہو اور یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالنے کا اذن دے تو اس نے یوسف علیہ السلام کو قید سے نکالنے، ان کی شان بلند کرنے اور ان کی قدر و منزلت نمایاں کرنے کے لیے ایک سبب مقدر کر دیا...... وہ تھا بادشاہ کا خواب دیکھنا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ

اور کہا بادشاہ نے، بے شک میں دیکھتا ہوں (خواب میں) سات گائیں موٹی کہ کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی، اور سات بالیاں

خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿٤٣﴾

سبز اور دوسری خشک، اے درباریو! تعبیر بتلاؤ تم مجھے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کر سکتے ○

قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِیْ

انہوں نے کہا، (یہ ہیں) پریشان خواب، اور نہیں ہیں ہم تعبیر ایسے خوابوں کی جاننے والے ○ اور کہا اس شخص نے جس نے

نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿٤٥﴾ یُوْسُفُ

نجات پائی تھی ان دونوں میں سے، اور یاد آیا اسے بعد مدت کے، میں خبر دوں گا تمہیں اس کی تعبیر کے، پس تم بھیجو مجھے ○ (اس نے جا کر کہا) اے یوسف!

اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اے بہت ہی سچے! تعبیر بتلا ہمیں سات گائیوں کی بابت جو موٹی ہیں کہ کھا رہی ہیں انہیں سات دبلی، اور سات

---

① فاضل مصنف کے برعکس اکثر مفسرین نے (ذکر ربہ) میں رب سے آقا یعنی بادشاہ وقت مراد لیا ہے، یعنی نجات پانے والے کو شیطان نے بھلا دیا اور اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خواہش کے مطابق بادشاہ سے آکر ان کے جیل میں محبوس رہنے کا ذکر نہیں کیا۔ (ص۔ی)

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (۴۶) قَالَ

بالیاں سبز اور دوسری خشک، تاکہ میں لوٹوں طرف لوگوں کی (اور) تاکہ وہ جان لیں ○ یوسف نے کہا،

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا

کاشت کرو گے تم سات سال لگاتار، پس جو کاٹو تم تو چھوڑ دو اسے اس کی بالی ہی میں مگر تھوڑا سا

مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ (۴۷) ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا

اس میں سے جو کھاؤ تم ○ پھر آئیں گے اس کے بعد سات سال سخت، وہ کھا جائیں گے اسے جو

قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (۴۸) ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

پہلے (ذخیرہ) کیا تم نے واسطے انکے مگر تھوڑا سا اس (ذخیرے) میں سے جو محفوظ رکھو گے تم (بیج کیلئے) ○ پھر آئے گا اس (قحط سالی) کے بعد

عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (۴۹) ع

ایسا سال کہ اس میں بارش دیئے جائیں گے لوگ، اور اسمیں وہ رس نچوڑیں گے ○

١٤ ع ٦

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکالنا چاہا تو بادشاہ کو ایک عجیب وغریب خواب دکھایا۔ جس کی تعبیر تمام قوم کو متاثر کرتی تھی...... تاکہ یوسف علیہ السلام اس خواب کی تعبیر بتائیں اور یوں ان کا علم و فضل ظاہر ہو اور دین و دنیا میں ان کو رفعت حاصل ہو۔ اس میں تقدیر کی مناسبت یہ ہے کہ بادشاہ نے...... جو رعایا کے تمام امور کا ذمہ دار ہوتا ہے...... یہ خواب دیکھا' کیونکہ قوم کے مصالح کا تعلق بادشاہ سے ہوتا ہے۔ اس بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس نے بادشاہ کو خوف زدہ کر دیا۔ اس نے اپنی قوم کے اہل علم اور اصحاب الرائے کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا: ﴿اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ﴾ ''میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات موٹی گائیں' ان کو کھاتی ہیں سات کمزور اور لاغر گائیں۔'' یہ عجیب بات ہے کہ لاغر اور کمزور گائیں' جن میں قوت ختم ہو چکی ہے وہ ایسی سات موٹی گایوں کو کھا جائیں جو انتہائی طاقتور ہوں۔ ﴿وَ﴾ اور میں نے دیکھا ہے ﴿سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ﴾ ''سات خوشے سبز ہیں اور سات خشک۔'' یعنی ان سات ہری بالیوں کو سوکھی بالیاں کھا رہی ہیں۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ﴾ ''اے دربار والو! مجھے میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ'' کیونکہ سب کی تعبیر ایک تھی اس خواب کی تاویل بھی ایک ہی چیز تھی۔ ﴿اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ﴾ ''اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرنے والے'' پس وہ سخت حیران ہوئے اور اس خواب کی کوئی تعبیر نہ کر سکے۔ کہنے لگے: ﴿اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ﴾ ''یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔'' یعنی یہ ایسا پریشان خواب ہے جس کا کوئی حاصل ہے نہ اس کی کوئی تعبیر۔ یہ ان کی اس بارے میں حتمی رائے تھی جس کے بارے میں وہ کچھ جانتے ہی نہ تھے اور انہوں نے ایسی چیز کو عذر بنایا جو درحقیقت عذر ہی نہیں۔ پھر انہوں نے کہا: ﴿وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ﴾ ''ہم

ایسے خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے۔'' یعنی ہم تو صرف خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں۔ رہے پریشان خواب جو شیطانی وسوسوں اور نفس کی خواہشات پر مبنی ہوتے ہیں تو ہم ان کی تفسیر نہیں جانتے۔

پس انہوں نے جہالت' حتمی رائے کہ یہ پریشان خواب ہیں اور خود پسندی کو ایک جگہ جمع کر دیا' کیونکہ انہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم اس خواب کی تعبیر نہیں جانتے اور یہ ایسا رویہ ہے جو اہل دین اور عقل مندوں کو زیب نہیں دیتا، نیز یہ یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم بھی ہے' کیونکہ اگر شروع ہی سے' بادشاہ کے اعیان سلطنت اور ان کے علماء کے سامنے یہ خواب پیش ہونے اور ان کے اس کی تعبیر بتانے سے عاجز ہوئے بغیر' جناب یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتائی ہوتی تو ان کی تعبیر کی اتنی وقعت نہ ہوتی۔ مگر جب بادشاہ نے یہ خواب علماء اور اعیان سلطنت کے سامنے پیش کیا اور وہ اس کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے اور بادشاہ کو خواب نے بہت زیادہ فکر میں ڈال دیا تھا' پس جب یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتا دی تو ان کے ہاں یوسف علیہ السلام کی قدر اور وقعت بہت بڑھ گئی۔ یہ اس واقعہ کی نظیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر علم کے ذریعے سے جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کیا' وہ جواب نہ دے سکے' پھر آدم علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے فرشتوں کو ہر چیز کا نام بتا دیا اور اس طرح فرشتوں پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

اسی طرح قیامت کے روز' اللہ کی مخلوق میں بہترین ہستی' جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہو گی' اللہ مخلوق کو الہام کرے گا اور تمام مخلوق جناب آدم' پھر جناب نوح' پھر جناب ابراہیم' پھر جناب موسیٰ اور پھر جناب عیسیٰ (علیہم السلام) سے شفاعت کی درخواست کرے گی مگر وہ معذرت کر دیں گے' پھر تمام مخلوق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی استدعا کرے گی جسے قبول کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ''ہاں میں شفاعت کروں گا' میں ہی اس کا مستحق ہوں''...... اور یوں آپ تمام مخلوق کی شفاعت کریں گے اور اس طرح وہ اس مقام محمود پر فائز ہوں گے جس پر اولین و آخرین رشک کریں گے۔ پاک ہے وہ ذات جس کا لطف و کرم مخفی ہے اور وہ اپنے اولیاء و اصفیاء اور اپنے خاص بندوں کو نہایت دقیق طریقے سے اپنے فضل و احسان سے نوازتی ہے۔

﴿وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا﴾ ''ان دونو جوانوں میں سے جو بچ گیا تھا' اس نے کہا'' اور یہ وہ شخص تھا جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ شراب نچوڑ رہا ہے جس سے یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے ﴿وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ﴾ ''اور جسے مدت کے بعد وہ بات یاد آ گئی۔'' یعنی کئی سال کی مدت کے بعد اسے یوسف علیہ السلام اور ان کا ان دونوں قیدیوں کے خواب کی تعبیر بتانا اور یوسف علیہ السلام کا وصیت کرنا یاد آیا اور اسے معلوم تھا کہ اس خواب کی تعبیر صرف یوسف علیہ السلام ہی بتا سکتے ہیں۔ اس لئے وہ کہنے لگا: ﴿اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ﴾ ''میں بتاؤں تم کو اس کی تعبیر' پس تم مجھے بھیجو'' یعنی مجھے یوسف علیہ السلام کے پاس بھیجو تا کہ میں ان سے

اس خواب کی تعبیر پوچھ سکوں۔ انہوں نے اسے بھیج دیا وہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یوسف علیہ السلام نے اس کے فراموش کر دینے پر اس پر عتاب نہیں فرمایا' بلکہ اس نے جو کچھ پوچھا یوسف علیہ السلام نے اسے نہایت غور سے سنا اور اس کے سوال کا جواب دیا۔ اس شخص نے کہا تھا: ﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ﴾ ''اے یوسف' اے سچے!'' یعنی اپنے اقوال و افعال میں بہت ہی سچے شخص۔ ﴿أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ ''ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلاؤ' کہ سات موٹی گائیں' ان کو سات کمزور گائیں کھا جاتی ہیں اور سات ہری بالیاں' دوسری خشک بالیوں کو' تاکہ میں لوگوں کی طرف واپس جاؤں شاید ان کو معلوم ہو'' کیونکہ اس خواب نے ان لوگوں کو سخت پریشان کر رکھا ہے اور وہ اس خواب کی تعبیر جاننے کے لیے سخت بے تاب ہیں۔

یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے کہا کہ سات موٹی تازی گایوں اور سات ہری بالیوں سے سات آئندہ سالوں کی سرسبزی و شادابی کی طرف اشارہ ہے اور سات لاغر اور کمزور گایوں اور سات سوکھی بالیوں سے شادابی کے بعد آنے والی خشک سالی اور قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔ اس تعبیر کا پہلو غالباً یہ ہے..... اللہ اعلم..... چونکہ کھیتی کا دارومدار شادابی اور خشک سالی پر ہے' جب شادابی آتی ہے تو کھیتیوں اور فصلوں کو طاقت ملتی ہے' وہ خوشنما نظر آتی ہیں' غلے کی بہتات ہوتی ہے' قحط سالی میں کھیتیوں کی حالت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ گیہوں کی بالیاں سب سے اچھی اور سب سے بڑی خوراک لئے ہوئے ہوتی ہیں' وجود مناسبت کی بنا پر یوسف علیہ السلام نے تعبیر بیان کی۔

اس خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ جناب یوسف علیہ السلام نے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ انہیں کیا کرنا چاہئے۔ شادابی کے سالوں کے دوران قحط سالی کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں کیسے تیاری کرنی چاہئے اور کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں' چنانچہ فرمایا: ﴿تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا﴾ ''تم لگاتار سات سال تک (شادابی کی وجہ سے) کھیتی باڑی کرتے رہو گے'' ﴿فَمَا حَصَدْتُمْ﴾ ''پس جو فصلیں تم کاٹو'' ﴿فَذَرُوهُ﴾ ''تو اس (فصل) کو چھوڑ دو''۔ ﴿فِي سُنْبُلِهِ﴾ ''اس کے خوشوں میں'' کیونکہ اس سے غلہ زیادہ عرصہ تک باقی رہ سکتا ہے اور تلف ہونے کا امکان بعید تر ہوتا ہے ﴿إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ﴾ ''تھوڑے غلے کے سوا جو تم کھاتے ہو۔'' یعنی شادابی کے ان دنوں میں اپنی خوراک کا اس طرح انتظام کرو کہ کم سے کم خوراک استعمال کرو' تاکہ زیادہ سے زیادہ خوراک کا ذخیرہ کر سکو۔ جس کا فائدہ اور وقعت زیادہ ہوگی۔ ﴿ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد آئیں گے۔'' یعنی شادابی کے ان سات سالوں کے بعد ﴿سَبْعٌ شِدَادٌ﴾ ''خشک سالی اور سخت قحط کے سات سال آئیں گے۔'' ﴿يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ﴾ (یعنی قحط کے یہ سات سال) ''وہ سب کچھ کھا جائیں گے جو کچھ تم نے ذخیرہ کیا

ہوگا'' خواہ کتنا ہی زیادہ ذخیرہ کیوں نہ کیا ہو۔ ﴿اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ﴾ ''مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے تم بیج کے واسطے'' یعنی جنہیں تم اصلی فصل کی تیاری کے لئے روک کر رکھو گے۔

﴿ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد آئے گا۔'' یعنی سخت قحط سالی کے ان سات سالوں کے بعد ﴿عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ﴾ ''ایک سال' اس میں لوگوں پر بارش ہوگی اور اس میں وہ رس نچوڑیں گے'' یعنی اس سال بہت کثرت سے بارشیں ہوں گی' بہت زیادہ سیلاب آئیں گے۔ کثرت سے غلہ پیدا ہوگا جو ان کی خوراک کی ضروریات سے زیادہ ہوگا' حتیٰ کہ وہ انگوروں کا رس نچوڑیں گے جو ان کے کھانے سے زیادہ ہوں گے۔

شاید اس شادابی اور سرسبز سال پر استدلال اس لئے کیا...... حالانکہ بادشاہ کے خواب میں اس سال کی صراحت نہیں تھی...... کہ یوسف علیہ السلام نے سات سالہ قحط کی تعبیر سے سمجھا کہ ان کے بعد آنے والے سال میں قحط کی شدت زائل ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ سات سال کا لگاتار قحط بکثرت شادابی کے ذریعے سے ہی ختم ہو سکتا ہے ورنہ اندازے کا کوئی فائدہ نہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ
اور کہا بادشاہ نے، لے آؤ تم میرے پاس اسکو، پھر جب آیا اسکے پاس قاصد، تو کہا یوسف نے، لوٹ جا طرف اپنے مالک کی اور پوچھ اس سے کہ
مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا
کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے کاٹ لیے تھے ہاتھ اپنے؟ بیشک میرا رب انکے مکر کو خوب جاننے والا ہے ○ کہا بادشاہ نے، کیا
خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ
حال ہے تمہارا جب پھسلایا (ورغلایا) تھا تم نے یوسف کو اسکے نفس سے؟ انہوں نے کہا حاشا اللہ، نہیں جانی ہم نے اسکے ذمے کوئی برائی،
قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۡ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ
کہا عزیز (مصر) کی بیوی نے، اب واضح ہو گیا ہے حق، میں نے ہی ورغلایا تھا اسے اس کے نفس سے، اور بلاشبہ وہ
لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ
البتہ سچوں میں سے ہے ○ یہ اس لیے تاکہ وہ جان لے کہ بیشک میں نے نہیں خیانت کی تھی اس کی پیٹھ پیچھے' اور یہ کہ بیشک اللہ
لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ﴿۵۲﴾
نہیں چلنے دیتا مکر خیانت کرنے والوں کا ○

جب قاصد بادشاہ اور لوگوں کے پاس واپس پہنچا اور انہیں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے بارے میں آگاہ کیا تو انہیں تعبیر سن کر تعجب ہوا اور بے حد خوش ہوئے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ﴾ ''بادشاہ نے (وہاں موجود لوگوں سے) کہا'' ﴿ائْتُوْنِيْ بِهٖ﴾ ''اسے میرے پاس لاؤ'' یعنی یوسف علیہ السلام کو قید خانے سے نکال کر میرے

سامنے حاضر کرو۔ ﴿فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ﴾ ”پس جب بادشاہ کا ایلچی جناب یوسف علیہ السلام کے پاس آیا“ اور اسے بادشاہ کے پاس حاضر ہونے کے لیے کہا‘ تو انہوں نے اس وقت تک قید خانے سے باہر آنے سے انکار کر دیا جب تک کہ ان کی براءت مکمل طور پر لوگوں کے سامنے عیاں نہیں ہو جاتی۔ یہ چیز ان کے صبر‘ عقل اور اصابت پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿قَالَ﴾ اس وقت انہوں نے بادشاہ کے ایلچی سے کہا: ﴿ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ”بادشاہ کے پاس واپس جا“ ﴿فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ﴾ ”بادشاہ سے پوچھ کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔“ کیونکہ ان کا معاملہ بالکل ظاہر اور واضح ہے ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ ”میرا رب تو ان کا فریب‘ سب جانتا ہے۔“

بادشاہ نے ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے پوچھا ﴿مَا خَطْبُكُنَّ﴾ ”تمہارا کیا معاملہ ہے؟“ ﴿اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ”جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانا چاہا تھا؟“ کیا تم نے یوسف میں کوئی برائی دیکھی؟ ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام کی براءت کا اقرار کیا اور کہنے لگیں: ﴿قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ”حاشا للہ ہم نے اس میں کوئی برائی معلوم نہیں کی۔“ یعنی تھوڑا یا بہت ہم نے اس میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔ تب وہ سبب زائل ہو گیا جس پر تہمت کا دارومدار تھا۔ اب کوئی سبب باقی نہ بچا سوائے اس الزام کے جو عزیز مصر کی بیوی نے لگایا تھا۔ ﴿قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ﴾ ”عزیز کی بیوی نے کہا‘ اب حق واضح ہو گیا ہے“ یعنی حق واضح ہو گیا ہے جب کہ ہم نے یوسف کو برائی اور تہمت میں ملوث کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی جو اس کو محبوس کرنے کا باعث بنا۔ ﴿اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ ”میں نے ہی اس کو اس کے جی سے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور وہ یقیناً سچا ہے“ یعنی یوسف علیہ السلام اپنے اقوال اور اپنی براءت کے دعوے میں سچے ہیں۔ ﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ اقرار جس میں‘ میں نے تسلیم کیا ہے کہ میں نے ہی یوسف پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ﴿لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ﴾ ”تاکہ وہ جان لے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی“ اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد عورت کا خاوند ہے‘ یعنی یہ اقرار میں نے اس لئے کیا‘ تاکہ میرا خاوند جان لے کہ میں نے یوسف پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی‘ مگر میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ میں نے مجرد اس کو پھسلانے کی کوشش کی مگر میں نے عزیز مصر کے بستر کو خراب نہیں کیا۔

اور یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے مراد یوسف علیہ السلام ہوں‘ یعنی تاکہ یوسف علیہ السلام جان لے کہ وہ سچا ہے اور میں نے ہی اس پر ڈورے ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ جب وہ میرے پاس موجود نہیں تھا تو میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ﴾ ”اور یہ کہ اللہ دغا بازوں کا فریب نہیں چلنے دیتا“ یہ لازمی امر ہے کہ ہر خائن کی خیانت اور اس کی سازش کا وبال آخر کار اسی کی طرف پلٹے گا اور حقیقت حال ضرور واضح ہو گی۔